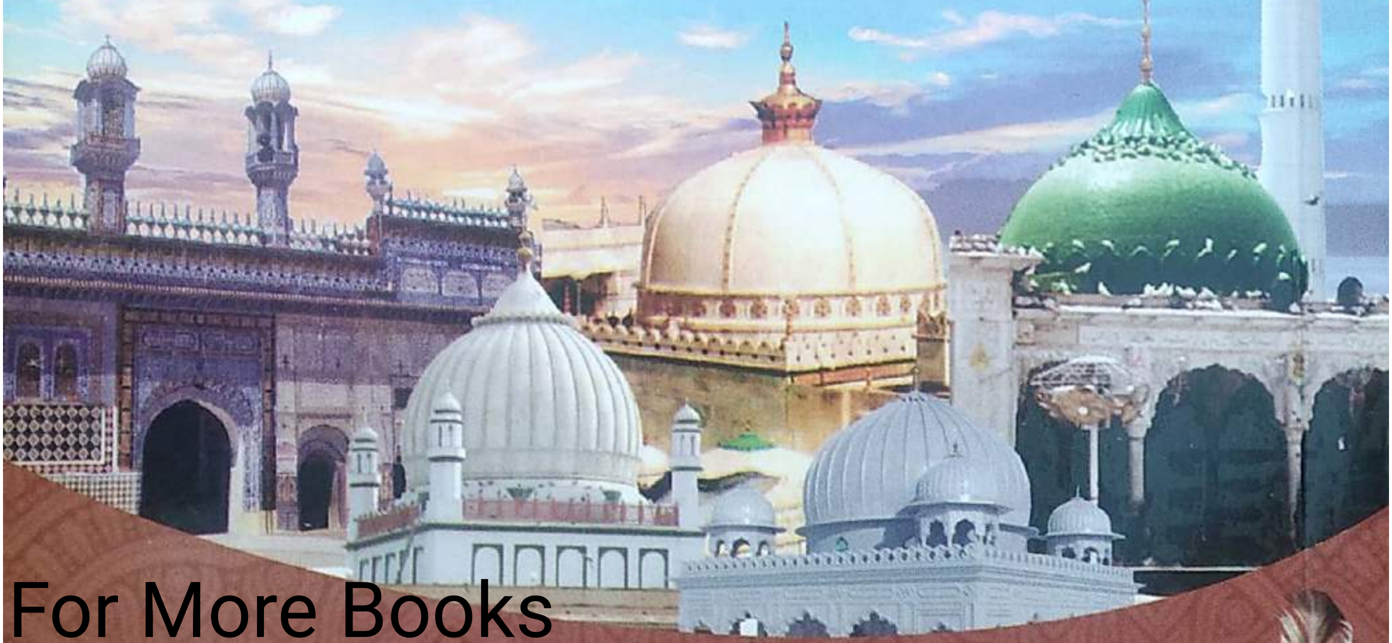
فکر الصوفی

و

معرفۃ الرحمٰن



مقالہ نگار

علامہ فاروق احمد محمدی سیفی

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ادارہ محمدیہ سیفیہ کالاشاہ کاکو راوی ریان شریف

0321-6686205, 0342-6563530

فکر الصوفی

و

معرفۃ الرحمٰن

مقالہ نگار
علامہ فاروق احمد محمدی سیفی
فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ادارہ محمدیہ سیفیہ
کالا شاہ کاکو
راوی ریان شریف
0321-6686205, 0342-6563530

بفیضان نظر

مجددالعصر پیرومرشد حضرت اخندزادہ سیف الرحمٰن قدس سرہٗ العزیز

آستانہ عالیہ فقیر آباد شریف

نام کتاب : فکر الصوفی و معرفۃ الرحمٰن

مقالہ نگار : فاروق احمد محمدی سیفی فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

سن اشاعت : اکتوبر 2017ء

صفحات : 112

ہدیہ : 100 روپے

باہتمام : ماسٹر محمد فیاض سیفی خادم مکتبہ ہذا

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ آستانہ عالیہ فقیر آباد لاہور

☆ مکتبہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف 0300-5070528

☆ مکتبہ محمدیہ سیفیہ آستانہ عالیہ ریحان والا شریف منڈی فیض آباد ننکانہ

☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

شرف انتساب

راقم الحروف اپنی اس تالیف کو اس عظیم ہستی کے نام کرنا قابل فخر سمجھتا ہے کہ جس کے کردار نے اسلافِ کرام کے مبارک دور کی ''نُزھَۃ (سیر)'' کرادی، جس کی نگاہ ولایت نے لاکھوں افراد کو مُتَّقِین کی فہرست میں شامل کر دیا، جس کے روحانی فیض سے ہزاروں لوگوں کو شریعت پر پابندی اور معرفت الٰہی عزوجل کی طرف رغبت ہوئی۔ جس کی گفتار نے ہزاروں لوگوں کو تکبر، حسد، ریاکاری، عجب، بدگمانی، حب جاہ، وغیرہ۔ ''مُھلِکات'' سے متنفر کر کے توکل، شکر صبر، خوف و رجا، عفو و درگزر، خاموشی، تقویٰ وغیرہ ''منجیات'' کا شائق بنادیا اور جن کے فیض ہی کی برکت سے راقم الحروف حصول علم دین کی طرف راغب رہا، میرے ان الفاظ کے مدلول یقیناً میرے شیخ طریقت صباح بہار شریعت، قدردانِ علماء اہلسنت ابوالآصف

حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتھم العالیہ

اسکے ساتھ میں اس کاوش کو اپنیا ساتذہ ''میرے مراد استاذ العلماء جامع المنقول والمعقول حضرت علامہ عبدالستار سعیدی مدظلہ العالی اور مجاہد اہلسنت حضرت خادم حسین رضوی مدظلہ العالی اور مناظر اہلسنت حضرت علامہ عبدالتواب صدیقی مدظلہ العالی اور بلخصوص استاذ العلماء ڈاکٹر فضل حنان سعیدی مدظلہ العالی (کے نام کرتا ہوں)

مزید جملہ اساتذہ کرام اور اپنے والدین کریمین کے نام کرتا ہوں کہ جن کے دم قدم سے اس گناہ گار کو علم دین کی مجالس میسر آئیں۔

فاروق احمد محمدی سیفی

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

علامہ مفتی محمد اللہ بخش سیالوی محمدی سیفی

(شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ سیفیہ)

مولانا فاروق احمد مجددی محمدی سیفی متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے جو مقالہ موضوع فکر الصوفی ومعرفۃ الرحمٰن فی تفسیر المظہری روح البیان استاذ العلماء حضرت علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی نگرانی میں جو لکھا ہے بہت مفصل ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ علم ظاہر کے ساتھ علم باطن بھی ضروری ہے خاص کر تصوف کو قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ اور اقوال مشائخ اور اقوال علماء سے ثابت کیا ہے اور منکرین تصوف پر کاری ضرت لگائی ہے فاضل نوجوان فاروق احمد صاحب محمدی سیفی بہت محقق شخص اور محنتی شخص ہے اس مقالہ میں بہت تحقیق کی ہے اللہ تعالیٰ فاضل نوجوان کی کاوش کو منظور ومقبول فرمائے۔آمین

والسلام

محمد اللہ بخش محمدی سیفی

آستانہ عالیہ راوی ریان شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

صاحبزادہ سید علی زین العابدین شاہ
مہتمم و ناظم اعلیٰ جامعہ مدینۃ العلم
درگارہ عالیہ جناب حضرت سید شاہ ابوالمعالی قادری الکرمانی

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدہ من لسانی یفقھوا قولی
نحمدہ و نصلی علی سیدنا و مولٰنا محمدن النبی الکریم الرؤف الزحیم
امابعد

"فکر الصوفی و معرفۃ الرحمن" کے عنوان سے عالی وقار جناب فاروق احمد مجددی سیفی الحال اللہ بقاءہ بالصحۃ والعافیۃ نے ایک مختصر رسالہ مرتب کیا ہے اور تحریر رسالہ کے درمیان مرکز نظر اس بات کو رکھا کہ تصوف شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ شریعت شجر ہے اور طریقت اسکا ثمر ہے۔ فاضل مصنف میرے ساتھ موقوف علیہ کی کلاس میں دار العلوم والحکم جامعہ نعمیہ لاہور میں زیر تعلیم رہے۔ ان کے کثرت مطالعہ کی وجہ سے حضرت استاذ العلماء علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑی مدظلہ العالی شیخ الحدیث والتفسیر دار العلوم جامعہ نعمیہ لاہور موصوف کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔

دور حاضر میں سب اہم مسئلہ یہ درپیش ہے کہ بعض جہلاء یہ فکر عوام الناس میں رائج کررہے ہیں کہ شریعت اور طریقت دو الگ موضوعات ہیں انکا آپس میں کوئی ربط نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے یہ بات یادرکھیں شریعت سے دور آدمی کبھی راہ طریقت کو طے نہیں کرسکتا بلکہ راہ طریقت کی ہوا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ سیدی غوث

الاعظم رضی اللہ عنہ جو ملکِ حقیقت و معنی کے تاجدار ہیں فرماتے ہیں "درست العلم حتی سیرت قطبا" میں ابھی علم پڑھتا تھا حتی کہ مرتبہ قطب پر فائز ہو گیا۔ اس فرمان سے بھی واضح ہے کہ منصب قطب پر فائز ہوئے تو ذریعہ علم شریعت تھا۔

سیدنا غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کے لئے ضروری ہے شریعت وطریقت کا جو فرق جہلاء نے بیان کیا ہے اسکو سمجھا جائے اللہ کریم ہم سب کو علوم وفنون ظاہریہ کے ساتھ ساتھ باطنی حقائق کو بھی سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

سید زین العابدین

مہتمم و ناظم اعلیٰ

جامعہ مدنیۃ العلم درگاہ عالیہ جناب حضرت سید شاہ ابوالمعالی قادری الکرمانی رحمہ اللہ لاہور۔

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم

حرف آغاز

اس مقالہ بنام فکر الصوفی ومعرفۃ الرحمٰن فی التفسیر المظہر وروح البیان میں تصوف اور صاحبان تصوف کا تذکرہ ہے۔

اس موضوع کو اختیار کرنے کی وجہ:۔

اس موضوع کو اختیار کرنے کی وجہ اور سبب اپنی ذات اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی ہے کہ علم ظاہر حاصل کیا مگر یہ اس وقت تک بے فائدہ ہے جب تک کہ عمل نہ ہو، صوفیاء فرماتے ہیں وعلم نمک کی مثل اور عمل آٹے کی مثل ہونا چاہیے، شاہ ابوالحسین احمد نوری ملقب بہ میاں نوری صاحب فرماتے ہیں بقدر ضرورت، کتاب وسنت سے علم دین کی تحصیل میں پوری پوری جدو جہد کریں۔ اور اس فریضہ کو دوسرے تمام امور پر مقدم رکھیں اس سے فراغت پا کر پھر طریقہ باطنی (سلوک وتصوف) میں قدم رکھیں اس لئے کہ جاہل صوفی اور ناواقف عبادت گزار، شیطان کا مسخرہ ہے۔ (ماخذ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف) اسی طرح بے عمل عالم بھی خشک اور بے ذوق ہوتا ہے جس کی تائید امام شافعی علیہ الرحمہ کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

فقیھا و صوفیا فکن لیس واحدًا   فانی وحقِ اللہ ایاك انصح

فذالك قاسٍ لم یذق قلبہ تقی   وھذا جھولٌ کیف ذوالجھل یصلح

مطلب یہ کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ فقہیہ اور صوفی دونوں بننا ایک نہ بننا کیونکہ بے عمل فقہیہ کا دل سخت ہوتا ہے اور تقویٰ کے ذوق سے بھی خالی

ہوتا ہے اور بے عمل صوفی خود جاہل ہے تو جاہلوں کی اصلاح کیسے کرے گا۔ (فتامل)

مقدمہ :۔

ترتیب کتاب میں : میں نے اس مقالے کو ایک مقدمہ اور تین ابواب پر لکھا ہے۔

پہلا باب :۔

تصوف قرآن وسنت کی روشنی میں'' اس باب کے اندر تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل قرآن کریم اور تعلیم تصوف دوسری فصل علم تصوف کا ثبوت سنت سے تیسری فصل تصوف کی قرآن وسنت سے ہم آہنگی پر صوفیائے کرام کے اقوال

نوٹ :۔

اس باب کے مطالعہ کے بعد یہ بات متعلم پر واضح ہو جائے گی کہ صوفیاءِ علم تصوف کی تعلیمات قرآن وسنت کے عین مطابق ہیں۔

دوسرا باب :۔

برصغیر میں تصوف اور صوفیاء عہد بہ عہد اس باب کے اندر چھ فصلیں ہیں،

فصل اول داتا علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے تصوف میں۔

فصل دوم: معین الدین حسن سنجری رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے تصوف میں۔

فصل سوم: فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ اور انکے تصوف میں۔

فصل چہارم: مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے تصوف میں۔

فصل پنجم: سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے تصوف میں۔

تیسرا باب:

باب تصوف (قرآن وسنت کی روشنی میں)

فصل اول:

علم تصوف کا ثبوت قرآن کریم سے:۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ۔ا

اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن وسنت''

مفسرین کرام فرماتے ہیں ''یزکیھم'' سے مراد دلوں کی صفائی ہے۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ویزکیھم'' سے مراد دلوں کو پاک کرنا ہے یعنی ان کے دلوں کو غلط عقائد اور اللہ رب العزت کے سوا دوسرے کے ساتھ لو لگانے سے پاک کرنا ہے۔نفس انسانی کو رذیل خصائل سے پاک کرتا ہے اور اجسام کو نجاستوں، گندگیوں اور برے اعمال سے صاف کرنا ہے۔

صاحب روح البیان فرماتے ہین کہ ''یزکیھم'' سے مراد اپنے تصرفات روحانی سے دلوں کے آئینوں کو جلا دے اور روشن کرے تا کہ حقائق ومعارف ان میں جلوہ نماء ہو سکیں ۔۲۔قرآن کریم نے تزکیہ نفس کو قرب الٰہی کا ذریعہ بتایا ہے تا کہ طالب حق ذکر وفکر کے ذریعے طہارت قلبی سے اپنی حقیقت ومعرفت کی شمع روشن کرے اور اس کے اندر ایقان وعرفان کے چراغ روشن ہوں اور اس کا دل تجلیات الٰہی عزوجل کا مرکز بن جائے ۔۳۔مجموعی طور پر تصوف ایسی چیز کا نام ہے کہ بندہ کو معرفت الٰہی عزوجل حاصل ہو جائے اور عبادت کی تمام تر توجہ کو اللہ عزوجل کی طرف لگا دے اسی وجہ سے اللمع میں نقل ہے کہ یہ (اھل تصوف) لوگ دلوں کو اللہ عزوجل سے لگا کر

عبادت کرتے ہیں ۔ اپنے ارادے اللہ عزوجل کی طرف لگاتے ہیں ۔ انکی نیت سچی ہوتی ہے اور مقصد نیک ہوتا ہے کیونکہ یہ بات اُن کے علم میں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے وہی عمل پسند فرماتا ہے جو خالص اُسی کے لئے کئے جائیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِص"۔۔ "ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے ۴" صوفیا کرام فرماتے ہیں ۔مخلوق سے بُعد اختیار کر کے یکسوئی کے ساتھ تعلق مع اللہ اختیار کرنا تصوف ہے ۔ ۵ ایسی حالت کے حصول کے بعد بندے کو معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے ۔ مجموعی طور پر حصول تصوف کا مقصد یہ ہی ہے مگر اسکی علم تصوف کی صفات کثیر ہیں اور وہ تمام کی تمام قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں بشرط کہ قرآن وحدیث کا متعلم مخلص ہو۔

شیخ ابونصر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں عادل اہل علم آئمہ میں سے کسی ایک کو بھی اس بات سے انکار نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صادقین ، صادقات ، قانتین ، قانتات ، خاشعین ، موقنین ، مخلصین ، محسنین ، خائفین ، راجین ، واجلین ، عابدین ، سائحسین ، صابرین ، رافین ، متوکلین ، مجتبین ، اولیاء ، متقین ، ابرار اور مقربین کا ذکر فرمایا ہے ۔ ٦ ۔ چنانچہ شاہدین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ" ۔ ۷ ۔ ترجمہ: یا کان لگائے متوجہ ہوں" اور مطمئن کا ذکر یوں فرمایا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" ۸ ۔ ترجمہ: سن لو، اللہ ہی کی یاد میں دلوں کا چین ہے" اسی طرح کی تمام صفات اہل تصوف کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے اور ان تمام صفات میں کامل واکمل صفت تقویٰ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک شخص

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کچھ وصیت کیجئے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عليك بتقوىٰ اللهِ فانهٗ جماع كل خير و عليك بالجهاد فإنة رهبانية المسلم و عليك بذكر الله فإنه نورٌ لك '' (یعنی فرمایا) تم پر تقویٰ لازم ہے بے شک یہ تمام بھلائیوں کا جامع ہے۔ تم پر جہاد لازم ہے یہ مسلمان کی رہبانیت ہے اور تم پر اللہ تعالیٰ کا ذکر لازم ہے بے شک وہ تمہارے لئے روشنی ہے پس تقویٰ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے۔[9] اما فضيلة التقوىٰ فاعلم ان التقوىٰ اساس جمعى خصال الخير و جما عها و فيها سعادة الدارين ......[10] ترجمہ: پس توں جان کہ بے شک تقویٰ تمام تر بھلائیوں کی بنیاد اور اس کا مجموعہ ہے اور اس تقویٰ میں دونوں جہاں میں کامیابی اور دونوں زندگیوں دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے اور تقویٰ کی فضیلت اور اسکی ثنا پر بہت زیادہ احادیث ذکر ہیں حتیٰ کہ صرف قرآن پاک سے آیت تقویٰ کی فضیلت میں جو آئی ہیں ان کی تعداد تقریباً ۱۵۰ سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اور ۴۰ سے بھی زیادہ آیات میں تقویٰ کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنّ اکرمَکُم عِند اللّٰہِ اَتقاکُم، انما يتقبل الله من المتقين، فاتزكو اانفسكم هو اعلم بمن اتقى و اعلموا ان الله مع المتقين ، و اعاقبة اللمتقين، و الاخرة عند ربك لمتقين، و ان لمتقين لحسن ماٰب، و جنة عرضها السمٰوٰتِ و الارض اعدت للمتقين، تلك الجنة التى نورث من عبادنا من كان تقيا، ياء يهاالناس اعبد و اربكم الذى قلقكم و الذين من قبلكم لعلكم تتقون، يايها الذين اٰمنو اتقو الله حق تقاته۔[11] اختصار کے پیش نظر

تقویٰ پر چند آیات پیش کی ہیں۔ تقویٰ تصوف کی اعلیٰ صفت ہے اور تقویٰ سے باطنی صفائی ہوتی ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا۔ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام فرماتے ہیں باطنی میل کچیل سے صفائی ستھرائی اور بدن کے (نافرمانیوں سے) بچاؤ کا نام تصوف ہے۔۱۲۔ لہٰذا معلوم ہو گیا گویا تقویٰ کا دوسرا نام تصوف ہے اور تقویٰ کا بیان قرآن پاک میں بالعموم ۱۵۰ آیات میں بالخصوص وضاحت کے ساتھ ۴۰ آیات میں ذکر آیا ہے اب بھی تصوف کا کوئی منکر ہو تو وہ جاہل ہے یا بے عمل خشک ملاّ ہے جس کا دل تقویٰ کے ذوق سے خالی ہے۔ ایسے لوگوں کو امام شافعی علیہ رحمہ نے نصیحت فرما۔

فقیھا و صوفیا فکن لیس واحدا　　فانی و حقِ اللہ ایا ك أنصح

فذالك قاسٍ لم یذق قلبہ تقیً　　وھذا جھول کیف ذو الجھل یصلحُ

ترجمہ: فقیہی اور صوفی دونوں بننا ایک نہ بننا میں اللہ کے لئے تمہیں نصیحت کرتا ہوں اس لئے کہ خالی فقیہی خشک ہوتا ہے اور اسکا دل تقویٰ کے ذوق سے خالی ہوتا ہے اور خالی صوفی وہ خود جاہل ہے جاہلوں کی اصلاح کیسے کرے گا۔۱۳

تقویٰ کی اصل :۔

تقویٰ کی اصل شرک سے بچنا، پھر گناہوں اور برائیوں سے بچنا، اس کے بعد شبہات سے بچنا ہے اور اس کے بعد فضول باتوں کو ترک کرنا ہے۔ استاذ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ الرزاق نے یہ بات بتائی اور یہ بھی فرمایا کہ تقویٰ کی ہر قسم کا الگ باب ہے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ ’’ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے

ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔۱۴۔ کی تفسیر میں آیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اَنْ یُّطَاعَ فَلَا یُعْصٰی وَیُذْکَرَ فَلَا یُنْسیٰ وَیُشْکَرَ فَلَا یُکْفَرَ یعنی اسکی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے اسے یاد رکھا جائے بھلایا نہ جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔۱۵۔ صاحب تصوف اللہ عزوجل کی محبت میں سرشار ہوتا ہے۔صوفی پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل اسی وقت ہوگا جب کہ اس نے علم فقہ کو حاصل کیا ہوگا۔اور علم فقہ اور تصوف میں کمال تب حاصل ہوگا جب کہ عقائد درست ہوں گے ۔ایک بندہ مومن کے کامل ہونے کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔فقہ، تصوف اور عقائد اور ان تینوں کو خوبصورت جواہر کی طرح پرونے والے صاحب قطب الارشار بیان فرماتے ہیں۔اعلم ان مبنی الدین المتین المحمدی صلی اللہ علیہ وسلم وکمال الطریق الاحمدی علی ثلثٍ فقہ عقائد وتصوف۔۱۶ یعنی دین محمدی کی بنیاد اور طریقہ احمدی کا کمال تین چیزوں پر ہے ۱،فقہ ۲، عقائد ۳، تصوف اور انہیں تین چیزوں کا بیان حدیث جبرئیل میں ہے۔ ولاینصور اکمال احد ھاالا بالا خر یعنی فقہ میں کمال فقہ میں کمال متصور نہیں ہو سکتا جب تک تصوف کو ساتھ نہ ملا لے اور تصوف میں بھی کمال متصور نہیں جب تک کہ فقہ کو ساتھ نہ ملا لے اور ان دونوں میں کمال متصور نہیں جب تک کہ عقائد درست نہ ہوں۔ قال الشیخ رزوق فی قواعد الطریقة عن الامام ملك رضی الله عنه ۔ من تصوف ولم یتفقه فقدتذندق ومن تفقه ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینهما فقد تحقق ۱۷۔یعنی امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے تصوف تو حاصل کیا مگر فقہکو نہ سیکھا تو پس وہ زندیق ہوا اور جس نے فقہو حاصل کر لی مگر تصوف کو حاصل نہ کیا پس وہ فاسق ٹھہرا اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا پس تحقیق وہ محقق (حق کو اختیار کرنے والا بنا)

حال محبت :۔

اللہ عزوجل کی طرف سے شوق اور محبت کا اظہار حصول تصوف کے لئے شرط ہے۔ حضرت حاتم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس نے تین چیزوں کا تین چیزوں کے بغیر دعویٰ کیا وہ چھوٹا کذاب ہے جس نے بغیر تقویٰ کے اللہ عزوجل کی محبت کا دعویٰ کیا وہ کذاب ہے (معلوم ہوا صاحب تصوف محبت الٰہی عزوجل میں سرشار ہوتا ہے) جسنے اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے بغیر جنت کی محبت کا دعوٰی کیا وہ کذاب ہے اور جس نے بدون محبت کے فقراء نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی محبت کا دعویٰ کیا وہ بھی کذاب ہے۔۱۸۔ چنانچہ حال محبت دکھانے کے لئے اللہ نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر محبت'' کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَسَوْفَ يَاتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَه ۔۱۹۔ ترجمہ: تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔ نیز فرمایا: قُلْ اِن كُنتُم تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَبِعُونى يُحْبِبْكُمُ الله۔ ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہوجاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ نیز فرمایا: والَّذِين اٰمنو آشَدّ حُبًّا لِلّٰهِ ۔۲۱۔ ترجمہ: (اے ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں) حال محبت اُسے ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے انعامات کی طرف نظر رکھے۔ یہ ہی حصول علم تصوف کا مقصد ہے۔

علم کی اقسام :۔

ابتدا علم کی دو قسمیں ہیں۔ ۱، علم ظاہری۔ ۲، علم باطنی (اور علم باطنی کو علم الٰہی، علم آخرت اور علم تصوف، علم معرفت، علم طریقت بھی کہتے ہیں)۔

ارشادخداوندی ہے "كَمَا اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُوْ اعَلَيكُمْ ايٰتِنَا وُيَزَكِيكُم و يُعَلِّمُكُمُ الكتٰبَ وَالحِكمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُون ۔۲۲۔ ترجمہ: جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسول تم میں سے پڑھ کر سناتا ہے تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہیں تھے۔

یعلمکم'' کے فعل کا تکرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم کسی دوسری جنس سے ہے۔ شاید اس مراد وہ علم لدنی ہو جو قرآن کے بطون اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کے مشکوۃ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایسا علم ہے جس کا ادراک اور حصول صرف اور صرف آفتاب قرآن کی تجلیوں اور مہر نبوت کی مشعاعوں سے ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت کا ادراک قیاس سے بعید ہے۔۲۳۔ اس لئے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم باطن کا تعلق حال سے ہے اور علم ظاہر کا تعلق قال سے ہے اسکو زبان سے ادا کیا جاتا ہے اور علم باطن یعنی حال توجہ سے دیا جاتا ہے۔ ۲۴۔ جس کو صوفیاء فیض رسانی دوسرے کی طرف فیض کو منتقل کرنا کہتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوالحسین شاہ احمد نوری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں تو ان کے اندر تعدیہ یعنی فیض رسانی کی قوت پائی جاتی ہے۔ اس لئے یہ دوسرے کو فیض رسانی کرنے میں معذور نہیں اسی وجہ سے ایسے سالکین کامل ہیں۔۲۵۔ ہمارے تمام ائمہ مجتہدین نے علم ظاہر بھی حاصل کیا اور علم باطن بھی حاصل کیا مگر افسوس کہ آج بعض نے تو صرف علم ظاہر حاصل کیا اور علم باطن چھوڑ دیا اور بعض نے صرف علم باطن کو حاصل کیا اور علم ظاہر کو چھوڑ دیا۔

تمام آئمہ نے علم باطن حاصل کیا:۔

شیخ امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ علی مرصدی رحمتہ اللہ علیہ کو بارہا یہ فرماتے سنا ہے کہ تمام آئمہ مذاہب رضی اللہ عنھم حال (علم تصوف) اور قال دونوں علموں میں رسول خدا ﷺ کے وارث ہیں برخلاف بعض صوفیہ صافیہ کے کہ انہوں نے یہ وہم کیا کہ مجتہدین صرف علم قال ہی میں رسول خدا ﷺ کے وارث ہیں علم حال میں نہیں، یہاں تک کہ بعض صوفیہ صافیہ یہ کہہ بیٹھے ہیں کہ مجتہدین کا تمام علم اس نیک بندہ کے علم کا چوتھائی حصہ ہے جو طریقت میں کامل ہے ۔ کیونکہ انسان ہمارے نزدیک اسی وقت کامل ہوتا ہے کہ جب وہ ولایت کے اس مقام میں پہنچ جائے جس میں اس کو ان چاروں مدارج کا علم حاصل ہو جائے جو اس فرمانِ خداوندی میں مسطور ہیں کہ۔

ھو الاول والا خر و الظاھر و الباطن

ترجمہ: وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن (پوشیدہ)

اور مجتہدین سوائے خدا تعالیٰ کے اسم ظاہر کے مرتبہ کے، نہ وہ ازل کے مرتبہ سے واقف ہیں نہ ابد کے اور نہ علم حقیقت ان پر روشن ہے (انتہیٰ)

میں (عبدالوھاب شعرانی) یہ کہتا ہوں کہ یہ اس شخص کا کلام ہے جو آئمہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کے حالات سے ناواقف ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے ائمہ تو زمین کے میخیں اور دین کے ستون ہیں (واللہ عزوجل علم)

اور میں نے شیخ علی خواص رحمتہ اللہ علیہ کو یہ بھی فرماتے سنا ہے کہ ہر وہ شخص

جس کے قلب کو خدائے قدیر نے منور فرما دیا ہو وہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کے تمام مذاہب کو دونوں قسم کی سندوں کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے ہوئے پاوے گا ۔خواہ وہ سند ظاہری لی جاوے، جس میں عن عن کہہ کر سلسلہ چلایا جاتا ہے (علم ظاہری مراد ہے) اور خواہ وہ سند ہو جو سینہ بسینہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی امداد سے علمائے امت (صوفیا) کے قلوب میں باترتیب چلی آئی ہے۔ پس کسی عالم کا چراغ نہیں روشن ہوا مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دل روشنی کے طاق سے۔ (فتاَمل)۱۲۶ اسی لئے علم ظاہر میں کمال حاصل کرنے کیلئے علم باطنی کا حصول ضروری ہے فرمان سرکار میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہم العالیہ)

فصل دوم:

تصوف کا ثبوت سنت سے

جس طرح تصوف کا ثبوت قرآن پاک سے ہے اسی طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثبوت واضع ہے علم باطن (تصوف) کے حصول کے بعد وارد ہونے والی کیفیات کا ثبوت بھی ملتا ہے جس کو ہم انشاء اللہ عزوجل مختصر طور پر بیان کریں گے۔

حدیث جبرئیل علیہ السلام:۔

کتب احادیث میں حدیث جبرئیل علیہ السلام کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں دین کو اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا گیا۔(یادرہے پہلی فصل میں نے عقائد، فقہ اور تصوف کو دین کی بنیاد قرار دیا ہے یہاں اسلام، ایمان اور احسان کا ذکر ہے تو حقیقت میں یہ ایک ہی چیز ہیں) اور احسان کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

قال فاخبرنی عن الاحسان قال اَنْ تعبد الله کانّکَ تره فان لم تکن تره فانهٗ یَراك ۔۲۷۔یعنی جبرئیل علیہ السلام نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتایئے ۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اللہ عزوجل کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پس اگر توں اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمر کیا تم جانتے ہو سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔فرمایا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

اب اس حدیث پاک میں احسان کا بیان ہوا ہے اور احسان کا ہی دوسرا نام تصوف ہے۔ اسکی دلیل یہ کہ اس حدیث کی شرح میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے من تصوف و م یتفقه فقه تذندق...... الخ (یہ قول پہلی فصل میں وضاحت سے بیان ہو چکا ہے)

فائدہ:۔

تصوف اس حدیث کی روشنی میں جز و دین ہے انتفائے جز و مستلزم ہے انتفائے کل کو، پس تصوف سے انکار، انکار دین پر مستلزم ہوگا۔ ۲۸

حدیث حضرت حنظلہ بن ربیع الاسیدی:۔

عن حنظلة الاسیدی قال لقینی ابوبکر فقال کیف انت یا حنظله قال قلت نافق ......الخ۔ ۲۹۔ ترجمہ: حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ مجھے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھا حنظلہ کیسے ہو حضرت حنظلہ فرماتے ہیں ہیں میں نے کہا حنظلہ منافق ہو گیا۔ سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا سبحان اللہ عز وجل یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی نصیحتیں فرماتے ہیں تو یہ کیفیت ہوتی ہے گویا سب کچھ نظر آ رہا ہے لیکن جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھتے ہیں بیوی، بچوں اور زمینوں میں یوں مشغول ہوتے ہیں کہ ان باتوں کا اکثر حصہ بھول جاتے ہیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم بخدا ہم بھی ایسی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں۔ پھر میں اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ

کیسے؟ (میں نے اپنی ساری کہانی سنا دی) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت پر رہتے جس میں میرے پاس ہوتے ہو اور ذکر میں مشغول ہوتے ہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں پر مصافحہ کرتے لیکن یہ کیفیت کبھی کبھی ہوتی ہے یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ اسی روایت کو سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۵۱ کے تحت نقل کر کے یہ دلیل قائم کی کہ جس علم لدنی (تصوف) کا ذکر قرآن میں ہے اس کی تائید احادیث میں موجود ہے۔ ۳۰

حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے:۔

عن ابی هریرة قال حَفِظت من رسول الله وِعائین فاما احد هما مشتهٔ واما الاخر فلو بشتهٔ قِطع هذا لبلعوم۔

۳۱۔ حضرت ابوھیرہ رضی اللہ ونہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو برتن علم کے یاد کیے ایک کو میں تم میں پھیلا دیا ہے اور دوسرا اگر میں اسے بیان کروتو میرا گلا کٹ جائے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ اس مراد علم لدنی ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ حضرت ابوھریرہ کے اس جملہ سے کیا مراد ہے کہ اگر میں اس کو بیان کروں تو میری گردن کٹ جائے۔ میں کہتا ہوں اس معنی یہ ہے کہ اگر میں اس علم کو زبان سے بیان کروں تو میرا گلا کٹ جائے کیونکہ ان علوم ومعارف کو سیکھنا یا سکھانا زبان قال سے ممکن ہی نہیں بلکہ ان کا ادراک تو فقط انعکاس اور زبان

حال سے ہے بلکہ علوم لدنیہ کے حصول کا ذریعہ علم حصول اور علم حضوری سے بھی وراء ہے۔ یہاں الفاظ کی وضع کہاں پائی جاتی ہے (اس علم کو الفاظ سے بیان کرنا ہی ناممکن ہے) وضع کے ذریعے علم حاصل کرنے والوں سے یہ علم بہت دور ہے۔ اب جو بھی ان معارف پر گفتگو کرے گا اسے ضرور مجازی الفاظ اور استعار کا استعمال کرنا ہوگا وگرنہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عقول مخبوط ہو جاتے ہیں اور متکلم کی مراد سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں تو پھر ایسا کہنے والوں کو وہ فاسق کہتے ہیں یا کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ عوام اولیاء کرام کی مراد سمجھے بغیر اولیاء کرام پر تنقید کرتے ہیں اور یہ چیز گلا کے کٹنے تک پہنچا دیتی ہے۔۳۲۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے آیت اَللّٰہُ الَّذِی خَلَقَ سَبعَ سَمٰوٰاتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ الخ۔ ۳۳۔ کی تفسیر نہیں بتائی اور کہا کہ اگر میں اس کی تفسیر کروں تو تم مجھے سنگسار کرو گے۔ یا تم کہو گے عبداللہ بن عباس کافر ہے۔۳۴۔ اسی وجہ سے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (صوفیاء کی کتب کے) مسئلہ میں صراطِ مستقیم یہ ہے کہ عوام ان کی کتب کے مطالعہ اور ان کے کلام کے سماع کے وقت انکار نہ کریں اور ممکن ہو تو تاویلات کے ذریعے ان کو ظاہر شریعت پر معمول کریں کیونکہ ان صوفیاء کرام کا کلام رموز اور اشارات سے بھرا ہوتا ہے۔ یا یہ کہیں کہ ان کا علم وہ علام الغیوب ہے۔ جس نے یہ علم اپنے خاص بندوں کو عطاء فرمایا ہے جیسا کہ متشابہات کے متعلق کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا کلام مجازات اور استعارات پر مشتمل ہوتا ہے اور ظاہر سے تطابق نہیں رکھتا لیکن وہ شریعت کے قطعاً مخالف نہیں ہوتا ہے اور ظاہر سے تطابق نہیں رکھتا لیکن وہ شریعت کے قطعاً مخالف نہیں ہوتا بلکہ وہ کتاب وسنت کا

خلاصہ اور لب لباب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل عظیم اور احسان جلیل کے واسطہ سے علوم لدینہ عطا فرمائے۔ ۳۵

حضور نبی کریم ﷺ کا علم باطنی عطا فرمانا:۔

ثمامہ ان اُثال کی روایت: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی کو صحابہ نے قیدی کر لیا اسکا نام ثمامہ ابن اُثال سید اھل الیمامۃ تھا حضور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اسکو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دو اسکے بعد تین دن تک کسی نے کوئی بات نہ کی تین دن کے بعد حضور علیہ السلام نے اس سے فرمایا ماشئت مانگ کیا مانگتا ہے اس نے کہا مجھے چھوڑ دو حضور علیہ السلام نے فوراً چھوڑ دیا تو وہ سیدھا حضور علیہ السلام کے قدموں میں گرا اور کلمہ پڑھ کر مسلماں ہو گیا۔ ۳۶

محدثین نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جو اسکو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھا تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ حضور علیہ السلام تین دن تک آتے جاتے ہر نماز کے وقت اس کو غور سے دیکھتے تھے اور نظروں سے توجہ کرتے تھے جس کو وجہ سے اس کے قلب میں نور ایمان داخل ہو چکا تھا تو حضور علیہ السلام پہچان گئے تھے کہ اب اسکا قلب اتنا قوی ہو گیا ہے کہ اب یہ اسلام کے سوا کسی اور چیز کو پسند نہیں کرے گا (مکتوب نطاب مولانا خادم حسین رضوی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایات ہیں۔ ا، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو منذر (یہ حضرت ابی بن کعب کی کنیت ہے) قرآن مجید کی کونسی عظیم الشان آیت تمہارے پاس ہے (یعنی تمہیں یاد ہے) میں نے کہا! اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: اے ابو منذر قرآن مجید کی کونسی عظیم الشان

آیۃ تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کی: اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ الّ ھو الحی القیوم (آل عمران) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کو عبادت کے لائق نہیں وہ زندہ اور نگہبان ہے'' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا: اے ابومنذر تمہیں یہ علم مبارک ہو۔ ۳۷۔ ۲ حضرت ابی بن کعب کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں سول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے سینے پر مارا پھر ارشاد فرمایا میں تجھے شک اور تکذیب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ ۱

اور (میری یہ کیفیت تھی) گویا میں ڈر کے مارے اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ ۳۸

نوجوان پر کیفیت اور جنت کی بشارت

عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام پر سورۃ تحریم کی آیت ''۶'' نازل فرمائی۔

یاایھا الذین آمنوا قُوا انفسکم و اھلیکم نارًا وقودھا الناس والحجارۃ

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جسکا ایندھن ''لوگ اور پتھر'' ہوں گے۔

---

۱ یہ یہی وجہ ہے صوفیاء جب یاد الٰہی عز وجل میں مشغول ہوتے ہیں تو ان پر مختلف کیفیات کا ظہور ہوتا ہے میں چند مثالیں آثار صحابہ سے پیش کرتا ہوں (کیونکہ انبیاء کرام کا مقام مقامِ وجد سے بہت بلند و بالا ہے (النبراس ص ۵۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پڑھ کر سنائی، سن کر ایک نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس نوجوان کے سینے پر رکھا دیکھا کہ اس کا دل تیز حرکت کر رہا ہے۔ ارشاد فرمایا اے بیٹے! کہو لا الہ الا اللہ چنانچہ نوجوان نے کلمہ توحید پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنت کی بشارت دی، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے بیچ اس نوجوان کو جنت کی بشارت کیسے؟ ارشاد فرمایا، کیا تم نے ارشاد باری تعالیٰ نہیں سنا کہ "ذالك لمن خاف مقامي و خاف وعيد" (ابراہیم۔۱۴)

ترجمہ: یہ اُس لیے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے (حلیۃ الاولیاء جلد پنجم ص ۳۶۷)

اس نوجوان نے عذاب والی آیت سن کر اپنے اوپر خوف طاری کیا ہے اس وجہ سے میں نے اس کو جنت کی بشارت سنادی ہے۔

خوف خدا سے اِدھر اُدھر بھاگنے اور موت کی تمنا کرنے والا نوجوان

حلیۃ الاولیا جلد ۵ منصور بن عمار رحمتہ اللہ علیہ کی سند سے روایت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انصار کا ایک نوجوان جسے ثعلبہ بن عبدالرحمٰن کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، اسلام لایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کسی کام کیلئے بھیجا راستے میں وہ نوجوان کسی انصاری کے دروازے کے پاس سے گزرا اتفاقاً اسکی نظر انصاری کی بیوی پر جا پڑی اور وہ عورت غسل کر رہی تھی (کیونکہ اس نوجوان نے تو صحبتِ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کیا ہوا تھا اگر چہ نیا مسلمان تھا...... صحابیت کے مرتبہ کو پہنچ چکا تھا) اسی لمحے اس نو جوان کو ایسا خوف لاحق ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے متعلق وحی نہ نازل ہو جائے۔ (سبحان اللہ خوف ہو تو ایسا جو فوراً رہنمائی کرے) چنانچہ جدھر جا رہا تھا اسی سمت بھاگ گیا (اور حضور علیہ السلام کا کام چھوڑ دیا اس پر وعید بھی نازل نہ فرمائی گئی کیوں کہ وہ وہ کیفیت خوف میں آ گیا تھا اسی وجہ سے کہا جاتا ہے وجد کا حکم الگ ہے اسکو دوسرے افعال پر قیاس کر کے غلط نہیں کہنا چاہیے۔

اور وہ نو جوان مکہ و مدینہ کے درمیان واقع پہاڑوں میں آ گیا، پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چالیس (۴۰) روز تک گم پایا۔ یہ وہی (40) دن ہیں کہ جن کے متعلق کفار کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے اور اس سے بیزار ہو گیا ہے پھر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور بعد سلام کے کہ آپکی امت کا بھاگنے والا نو جوان ان پہاڑوں میں ہے اور جہنم کی آگ سے میری پناہ مانگ رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر اور اے سلمان دونوں جاؤ اور میرے پاس ثعلبہ بن عبدالرحمٰن کو لے آؤ چنانچہ وہ دونوں مدینہ منورہ کے سراغ رساؤں کی ایک جماعت میں نکل گئے راستے میں انہیں مدینہ منورہ کا ایک چرواہا ملا، جسکا نام رفاقہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: اے رفاقہ کیا تجھے ان پہاڑوں کے درمیان کسی نو جوان کے ٹھہرنے کا علم ہے؟ رفاقہ بولا: شاید آپ کی معراج جہنم سے بھاگنے والا ایک نو جوان ہے، عمر نے فرمایا: تمہیں کیسے علم ہوا کہ وہ جہنم کی آگ سے بھاگنے والا ہے؟ رفاقہ نے کہا: چونکہ آدھی رات کے وقت وہ سر پر

ہاتھ رکھ کر ان پہاڑوں سے نکل کر ہمارے پاس آتا تھا او کہتا ہے: اے کاش: توں میری روح کو قبض کر کے میرے جسم کو مردہ جسموں میں شامل کر لے لیکن مجھے (مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے) رسوانہیں کرنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔

چنانچہ رفاقہ ان کے ساتھ رہا۔ آدھی رات کے وقت جب وہ نوجوان نکل کر بستی والوں کے پاس آیا سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا: اے کاش! میری روح قبض کر لی جاتی، اور میرا جسم مردہ جسموں کے ساتھ شامل کر لیا جاتا، اور مجھے عدالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کٹہرے میں رسوانہ کیا جائے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اسے پکڑ لیا، نوجوان بولا مجھے امان اور جہنم سے خلاصی چاہیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں عمر بن خطاب ہوں، بولا! اے عمر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گناہ کا علم ہے فرمایا: مجھے بجز اس کے کچھ علم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل تمہارا ذکر کیا: مجھے اور سلمان کو تیری تلاش میں بھیج دیا۔ نوجوان بولا: اے عمر! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت داخل کرنا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوں۔ اور بلال رضی اللہ عنہ قد قامت الصلوٰۃ ''کہہ رہے ہوں فرمایا: چلو میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ دونوں حضرات نوجوان کو لیکر مدینہ کی طرف چل پڑے اور خاص فجر کی نماز میں جا پہنچے عمر او سلمان رضی اللہ عنہ جلدی سے صف میں جا کھڑے ہوئے نوجوان نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنی تو بیہوش ہو کر گر پڑا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا ارشاد فرمایا: اے عمر اور اے

سلما ثعلبہ بن عبدالرحمن کا کیا ہوا؟ بولے: یا رسول اللہ ثعلبہ وہ سامنے (بیہوش) پڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی طرف کھڑے ہوئے، نو جوان بولا: لبیک یا رسول اللہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف دیکھا اور پوچھا: تم میرے پاس سے کیوں غائب ہو گئے تھے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے گناہ نے مجھے کہیں غائب ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا، ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی آیت نہ بتاؤں جو تمہارے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ بن جائے؟ کہا! ضرور بتائیے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ارشاد فرمایا کہو "اللھم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاٰ خرة حسنة و قنا عذاب النار" (بقرہ:۲۰۱)

یا اللہ ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرما اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچالے۔

عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا گناہ بہت بڑا ہے، ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ کلام اللہ بہت بڑا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے گھر واپس جانے کا حکم دیا، گھر جا کر وہ مسلسل آٹھ دن تک مقرر رہا حضر سلمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ثعلبہ کے پاس جائیں گے چونکہ وہ کئی دنوں سے بیمار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھڑے ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ اس کے پاس چلو، چنانچہ جب اس کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سر پکڑ کر اپنی مبارک میں رکھا اسے نے سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود سے کھسکا لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سر گو سے د کیوں کھسکا رہے ہو؟ عرض کیا: چونکہ میرا سر گناہوں سے بھرا پڑا ہے، ارشاد فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہے؟ عرض کیا میں اپنی جلد اور ہڈیوں کے درمیان چیونٹیوں کے رینگنے کی سی حرکت محسوس کرتا ہوں، فرمایا: تمہیں اس وقت کس چیز کی

خواہش ہے؟ کہا: مجھے اپنے رب کی مغفرت کی خواہش ہے، چنانچہ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور بعد از سلام کہ ''اگر میرا یہ بندہ بھری زمین کے بقدر گناہ لے کر مجھ سے ملتا، میں بھی اسے بھری زمین کے بقدر مغفرت عطاء کرتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس بارے میں نہ بتاؤں عرض کیا: ضرور بتائیں، رسول اللہ ﷺ نے اسے جبرئیل کی خبر سنادی:

نوجوان نے سن کر ایک چیخ ماردی اور انتقال کر گیا، رسول اللہ ﷺ نے اسکو غسل دینے اور کفنانے کا حکم دیا اور خود آپ ﷺ نے اسکی نماز جنازہ پڑھائی، جب صحابہ کرام نے جنازہ اٹھایا آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں پر یعنی ایڑیاں اٹھا کر چلنا شروع کیا صحابہ نے یوں چلنے کی وجہ دریافت کی؟ ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں زمین پر پاؤں رکھنے کی قدرت نہیں رکھتا ہوں چونکہ کثیر تعداد میں آسمان سے اس کے ساتھ شامل ہونے کیلئے فرشتے اترے ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ سالکین پر جو کیفیات طاری ہوتیں ہیں وہ اگر چہ کمال ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت (جلد ۲۴ ص ۹۲) نے تو فرمایا ہے کہ وہ دولت عظمیٰ ونعمت کبریٰ ہے لیکن یہ مبتدیوں کیلئے ہے جو سلوک میں نیا آئے اس پر اس کیفیات کا وردو کمال ہے جبکہ جو منتہی یعنی سلوک کی کچھ منازل طے کر چکا ہے اس کیلئے حرکت سے نکل کر سکون اختیار کرنا کمال ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ابی بن کعب جن کی پیچھے روایت گزری ہے وہ تو اس وقت مبتدی نہ تھے لیکن حضور علیہ السلام کے ہاتھ مارنے سے کیفیت ہوئی اور پسینے

سے شرابور ہو گئے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ آج بھی صوفیا میں نظر آتا ہے ایک شیخ کامل اپنے مرید منتہی (خلیفہ) کو توجہ کرتا ہے وہ بھی کیفیت میں آتا ہے تو یہ توجہ شیخ کا کمال ہے کیونکہ شیخ کی ہر توجہ اسکے مرید کے مقام کو بلند کرتی ہے اور حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی قوت رحمانی کا کمال الفاظ سے بھی وراء الوراء ہے۔

اور (میری کیفیت تھی) گویا کہ میں ڈر کے مارے اپنے پرودگار کی طرف دیکھ رہا ہوں ۳۸۔ حضور علیہ السلام نے ابی بن کعب کے سینہ پر ہاتھ بغرض توجہ مار کر احسان کا وہ اول مرتبہ عطا فرما دیا جس کا بیان حدیث جبرئیل میں گزرا ہے۔ لہٰذا پتہ چلا حضور بنی کریم علیہ السلام ایک ہی توجہ سے اپنے صحابہ کو احسان کے درجہ پر پہنچا دیا کرتے تھے ایسے ہی مرتبہ والے کو صوفی کہتے ہیں مگر صحابہ کو صوفی کے لقب سے اس لئے نہیں پکارا جاتا کہ ان حضرات کو صوفی سے بھی عظیم تر لقب سے نواز گیا اور وہ ہے صحابی (قیامت تک کے تمام صوفیا مل جائیں صحابہ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے)

یہ ہی وہ فیض ہے جس کو حضور علیہ السلام اپنے سینے سے صحابہ کے سینے میں منتقل فرمایا کرتے تھے۔ اور مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں توجہ باطنی کبھی نظر سے کبھی مصافحہ کر کے کبھی سینے سے لگا کر دوسرے کے سینے میں منتقل کی جاتی ہے ۳۹۔ ان صوفیاء کی دلیل بھی یہ احادیث ہیں۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ

امام ابونعیم اصفہانی، محمد بن احمد سے اور وہ خلاد بن یحیٰی سے اور وہ عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہا یک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کعبہ میں گیٹ کے بالمقابل نماز پڑھی۔ ان پر ایسا خوف خدا عزوجل کا اثر ہوا کہ غشی

کھا کر گر پڑے اور سجدے میں جا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ان کی آواز سن کر کچھ قریشی نوا جوان جمع ہو گئے اور ان کے شدید رونے پر تعجب کرنے لگے۔ پھر فرمایا ابن عمر نے کہ اے بھتیجو! تم بھی روؤ اگر رونا نہیں بھی آتا پھر بھی رولو، پھر انہوں نے چاند کی طرف اشارہ کیا جو ڈوبنے کو لٹک چکا تھا۔ فرمایا بخدا یہ چاند بھی اللہ عزوجل کے خوف سے رو رہا ہے ۴۰۔ یہ بھی احسان کے اول مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہونے کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اسی فیضان کے حصول کا ذریعہ علم تصوف (علم باطنی) ہے جس کا تعلق قال سے نہیں حال سے ہے یہی فیضان آج بھی صوفیاء کرام کے پاس موجود ہے اور وہ اس فیضان کو دوسرے کے سینہ میں منتقل کر کے ناقص کو کامل بنا دیتے ہیں۔

اسی فیضان کا ہی صدقہ تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مقولہ بولا تھا۔ مَارَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ یعنی میں نے کوئی چیز نہ دیکھی مگر اس سے پہلے اللہ کو دیکھا۔ (اب اس کے اندر بھی احسان یعنی تصوف کا وہ ہی پہلا درجہ ہے) ابوبکر صدیق کا یہ مقولہ ناشی و ماخذ ہے۔ سیدنا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک سے کہ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مبارک مصداق ہے اس قول مَارَاَیْتُ شَیْئًا اَلَّا وَرَاَیْتُ اللہ قَبْلَہٗ کا۔ ۴۱

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ:۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سر پر دست شفقت رکھا اور فرمایا: یا اللہ عزوجل! اسے علم وحکمت عطا فرما اور تاویل کے علم سے اسے نواز دے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس ان کے سینے پر رکھا جس سے عبد اللہ

بن عباس رضی اللہ عنہ نے دست اقدس کی ٹھنڈک اپنی پشت میں محسوس کی پھر فرمایا: یا اللہ عزوجل! علم وحکمت سے اسکا پیٹ بھر دے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس حکمت سے بھرپور تھے۔ لوگوں کے محتاج نہیں ہوئے حتی کہ اللہ عزوجل نے اس امت کے خیبر کو اپنے پاس پاس بلالیا۔۴۲۔ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے دو جگہوں پر ہاتھ رکھا پہلے سر پر رکھا اور علم سے نوازا اور دوسری مرتبہ سینہ پر ہاتھ رکھا اور علم حکمت کی دعا سے نوازا گویا پہلے علم ظاہری کی دعا اور دوسری مرتبہ علم باطنی کی دعا سے نوازا اور ہاتھ سینے پر رکھ کر ایسا فیض عطا فرمایا کہ جس کی ٹھنڈک سینے کی پشت تک محسوس کی۔

حدیث وابصہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ:۔

وابصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے چند سوالات کرنے کی نیت کر لی اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانے لگا۔ صحابہ نے روکا بھی مگر میں نہ رکا اور حضور علیہ السلام نے اور ارشاد فرمایا وابصہ! قریب آجاؤ چنانچہ میں آپ ﷺ کے اتنا قریب پہنچا کہ میرے گھٹنے آپ ﷺ کے گھٹنوں کو مس کرنے لگے، ارشاد فرمایا بتلاؤں توں کیا سوال کرنے آیا ہے؟ میں نے کہا بتلاؤ، ارشاد فرمایا تو نیکی اور برائی کے بارے میں پوچھنے آیا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں جمع کر کے میرے سینے پر ٹھونکیں (اور فیضان عطا فرما کر قلب کو ایسا قوی فرما دیا کہ) فوراً ارشاد فرمایا اے وابصہ! اپنے دل اور اپنے نفس سے پوچھ نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل ونفس مطمئن ہوں (کیونکہ حضور ﷺ نے ایک ہی توجہ سے آپکو نفس مطمئنہ کے مقام تک پہنچا دیا تھا) اور بدی وہ ہے جو تیرے نفس میں کھٹکا پیدا کرے اور تیرے سینہ میں تردد لائے۔۴۳

حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ :۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی سند مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے بھیج رہے ہیں اور میں کم عمر نوجوان ہوں۔ قضاء کا مجھے علم نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کے (فیضان عطا کیا اور) فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو ہدایت دے گا، دل کو مضبوط کرے گا اور آج کے بعد کبھی فیصلے میں تمہیں تذبذب نہ ہوگا۔۴۴۔ کیونکہ صحابہ کرام کو حضور علیہ السلام توجہ سے باطنی علوم دیا کرتے تھے اور جہاں علم ظاہر کی بس ہو جاتی ہے علم باطنی کی ابھی ابتداء ہو رہی ہوتی ہے اور پھر اس کو انتہاء کوئی نہیں۔ جیسا کہ شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم ظاہر سے اعمال میں زیادہ ترقی نہیں ہوتی، اس لئے کہ علم ظاہر بھی ظاہری اعمال میں سے ہے کیونکہ یہ زباں کی صفت کا نام ہے اور یہ عام مسلمانوں کو حاصل ہے، اور اس کا اعلیٰ مقام اخلاص ہے اگر یہ ان سے فوت ہو گیا تو یہ علم بھی دوسری خواہشات نفس کی طرح دنیوی خواہش میں شامل ہو جائے گا اور یہ اخلاص عالم ربانی کی سب سے پہلی حالت ہے جسے علم باطن حاصل ہے اور ان کے مقامات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔۴۵

علم باطن کی اہمیت :۔

اسکی اہمیت کا اندازہ اس مثال سے لگائیں کر حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ اور یحیٰ بن معین عام طور پر امام معروف بن فیروز کرخی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوتے حالانکہ یہ بزرک ان دونوں سے زیادہ علم سنن میں علمی درجے کے مالک

نہ تھے اور پھر بھی یہ دونوں علماء اور معروف کرخیسے مسائل معلوم کرتے تھے۔۴۶۔

حدیث میں آتا ہے۔عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ جب کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جس کو ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ پائیں تو کیا کریں؟ فرمایا صالحین سے دریافت کرواور باہمشورہ کرلواوران کے بغیر کسی بات کا فیصلہ نہ کرو۔۴۷

یہ چندروایات میں پیش کی ہیں علم باطنی (علم تصوف) کے ثبوت پر اور اس سے واضح ہو گیا کہ جس طرح حضور علیہ السلام نے علم ظاہری سکھایا اسی طرح باطنی بھی عطا فرمایا ہے علمائے ظاہر کے لئے علم باطن بہت ضروری ہے بدوں اسکے کچھ کام درست نہیں ہوتا۔۴۸

ابن منبہ کا مکتوب مکحول کی طرف۔لکھا تھا کہ آپ ایسے شخص ہیں کہ اسلام کے بارے میں جو جو ظاہری علم ہے اس کے شرف سے مشرف ہیں (اے مکحول) اب آپ اسلام کے باطنی علم کو محبت اور قرب سے طلب کرتے ہیں۔۴۹

فائدہ عظیم:۔

حصول علم تصوف کے ذرائع بہت عظیم اور کثیر ہیں کہ جس صوفی کو جس عمل سے قرب الٰہی عزوجل حاصل ہوا تو وہ ہی عمل اسکے حصول علم باطن کا ذریعہ بن گیا لہٰذا اس نے تصوف کی تعریف اسی عمل میں استقامت کے ساتھ ثابتقدم رہنے سے کردی جیسا کہ آگے معلوم ہو جائے گا۔

علم تصوف کیا ہے اور اسکی تعریفات:۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک شخص نے تصوف کے معنی

پوچھے۔فرمایا کہ تصوف کے معنی میں بسبب احوال مشائخ مختلف اقوال ہیں ہر کوئی اپنے مقام یا حال کے موافق سائل کو جواب دیتا ہے۔۵۰۔اور صاحب حلیہ الاولیاء نے ہر صحابی و تابعی یا بزرگ کی روایات کو بیان کرتے ہوئےتصوف کیتعریفات کو (اسکی سیرے کے مطابق) بیان کیا ہے۔

تعریفات:۔

التصف کلہٗ ادبٌ ۵۱ تصوف تمام کا تمام ادب ہی ہے اور ادب کی وضاحت خاتمہ میں بیان کی جائے گی۔

شیخ ابو نعیم اصفہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تصوف لغوی حقیقت کے اعتبار سے من جملہ چار چیزوں میں کسی ایک سے ماخود ہے۔اولؔ تصوف صوفانہ سے ماخوذ ہے۔صوخانہ کے معنی سبزی اور گردو غبار دونوں آتے ہیں۔دومؔ تصوف صوفۃ سے ماخوذ ہے۔صوفۃ قدیم زمانے کی ایک جماعت ہے جو حاجیوں کی دیکھ بھال اور خانہ کعبہ کی خدمت کرتی تھی۔سومؔ تصوف صوفۃ القفا سے ماخود ہے اسکے معنی گدی پر اگنے والے بال ہیں۔چہارمؔ تصوف صوف سے ماخوذ ہے۔بھیڑ کی اون کو کہتے ہیں۔۵۲۔
حضرت امام جعفر بن محمد صادق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص رسول اللہ ﷺ کی ظاہری زندگی کو اپنائے وہ سنی ہے یعنی سنت پر گامزن ہے اور جو آپ ﷺ کی باطنی زندگی کو اختیار کرے وہ صوفی ہے۔باطنی زندگی سے مراد آپ ﷺ کے پاکیزہ اخلاق اور رجوع الآخر تھے۔۵۳۔حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے تصوف کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: ہر گھٹیا اخلاق سے پاک ہونا اور ہر اچھے ایک خلاق کو اپنانے کا نام

تصوف ہے ۵۴۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

تصوف کی حقیقت بھی یہی ہے کہ ہزار راستوں کو چھوڑ کر حق کی رسی کو تھام لیا جائے۔۵۵۔تصوف کی حقیقت: بندہ کا یکتا و تنہا ذات کے ساتھ یکتا و تنہا رہ جانا۔۵۶ تصوف، دنیا سے کنارہ کشی اور اس کے مال و متاع سے بے التفاتی کا نام ہے۔۵۷ راہ طریقت میں مالک الملک کی طرف مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔تصوف، خدا تعالیٰ کے وصل و شوق کی گرمی میں راحت و سکون پانے اور محبوب سے ملنے کی آس رکھنے میں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

تصوف مصیبتوں میں مشقتوں کو برداشت کرنے کا نام ہے ۵۸ تصوف پوشیدہ حق کو ظاہر کرنے کا نام ہے ۵۹ تصوف بھی حق کی موافقت اور خلق سے مفارقت کا نام ہے۔۶۰۔تصوف جان کو سختیوں کا عادی بنانا ہے اور یہی عمدہ مقام ہے۔۶۱

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

تصوف راہِ حق میں مصروف عمل رہ کر منزل تک رسائی پانے کا نام ہے۔۶۲ تصوف بلویٰ پر صبر کر کے نجویٰ (خدا تعالیٰ سے مناجات) کی حلاوت حاصل کرنے کا نام ہے۔ ۶۳ منتہائے فضیلت پانے کیلئے وسیلۂ حق (شیخ طریقت) اختیار کرنا تصوف ہے۔۶۴

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔۔

تصوف پوشیدہ دلوں کو مقلب القلوب کی طرف موڑنے کا نام ہے۔۶۵

تصوف اسباب میں احتیاط کرنا اور مقدرات کی طرف نگاہ کرنا ہے۔۶۶

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے: معرفت الٰہیہ کے بغیر صغر سنی میں مر کر جنت میں جانے سے کبیر سنی میں معرفت الٰہیہ کے حصول کے ساتھ دنیا سے جانا

مجھے زیادہ محبوب و پسند ہے۔ ۶۷

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ تصوف دینی محافل میں حضوری، عہد و پیمان کی پاسداری اور حدود کی نگہبانی کا نام ہے۔ ۶۸

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں تصوف، اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے (شیخِ واصل) کے ساتھ مل کر شوق کی ریاضت کرنا ہے۔

صوفیاء فرماتے ہیں: تصوف احسانات پر قائم رہنے اور بے جا گمانوں سے کنارہ کش رہنے کا نام ہے۔ ۷۰

صوفیاء فرماتے ہیں: تصوف نصح فی الاشفاق (ڈرانے میں خیر خواہی) اور فسح فی الاخلاق (اخلاق میں کشادگی) کا نام ہے۔ ۷۱

ان تمام تعریفوں میں سے کوئی ایک تعریف بھی قرآن وسنت سے باہر نہیں بلکہ اگر غور و فکر کے ساتھ اگر مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ حصول علم باطن (علم تصوف) فرض ہے۔

فصل سوم:

تصوف کے قرآن وسنت سے ہم آہنگی پر اقوال

سید الطائفہ امام ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہماری یہ کتاب یعنی قرآن مجید تمام کتب کی سردار اور جامع ہے اور ہماری شریعت تمام شریعتوں سے زیادہ واضح اور دقیق ہے اور ہمارا طریقہ یعنی تصوف کا طریقہ کتاب و سنت کے ساتھ مضبوط و مزین ہے پس جو شخص قرآن مجید نہ پڑھے اور سنت (احادیث) یاد نہ کرے اور نہ ان کے معانی کو سمجھے اس کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔

مزید حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آسمان سے جو علم بھی اترا اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ لوگوں کے لئے اس کی طرف راہ نکالی ہے۔ اس نے میرا حصہ رکھا ہے اور آپ اپنے مریدوں سے فرماتے تھے، اگر تم کسی شخص کو دیکھو وہ فضاء میں اڑتا ہے تو اس کی اقتداء نہ کرو حتی کہ کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے وقت اس کا کردار دیکھو تو اگر تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرمودات پر عمل پیرا ہوتا ہے اور تمام ممنوعات سے اجتناب کرتا ہے تو اس پر اعتقاد رکھو اور اس کی اقتداء کرو اور اگر تم دیکھو کہ وہ احکام خداوندی میں خلل ڈالتا ہے اور ممنوعات سے اجتناب نہیں کرتا تو اس سے بچو ۲۷۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص کہتا ہے کہ صوفیاء صافیہ کو کتاب وسنت کا علم نہیں اللہ عز وجل کی قسم وہ جھوٹ بولتا ہے اور اس کا یہ قول اس کی کثرت جہالت پر دلالت کرنے والی بہت بڑی علامت ہے ے۔ کیوں کہ ایک جماعت کے نزدیک صوفی کی حقیقت یہ ہے " هُوَ عَالِمٌ عَمَلَ بِعِلْمِهٖ

عَلٰی وَجْہِ الْاِخْلَاصِ لَا غَیْرَ ''یعنی صوفی اپنے علم پر اس وقت ہی عمل کرے گا جبکہ پہلے عالم ہوگا اور یقیناً ہمارے صوفیاء کرام کی عادت ایسی ہی رہی ہے جیسا کہ قوت القلوب میں نقل ہے۔

علم ظاہر کی اہمیت

کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت سری سقطی کے پاس سے اٹھا تو مجھے فرمایا (اے جنید) جب تم مجھ سے جدا ہو کر کہیں جاتے ہو تو کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو۔ میں نے عرض کیا حارث محاسبی کے پاس بیٹھتا ہوں جو کہ بہت متجر عالم بھی صوفی بھی ہیں تو سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں اس کے علم و ادب سے جو کچھ ہوتا ہے حاصل کر اور اس کی متکلمین والی کلامی چھوڑ دے اور اس کو متکلمین کے حوالے کر دے۔ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب میں واپس ہوا تو میں نے حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ کو کہتے ہوئے سنا ''اللہ تعالیٰ تجھے محدث صوفی بنا دے اور صوفی محدث نہ بنائے۔ یعنی (پہلے) جب تم علم حدیث اور اصول سنن کا علم حاصل کرو تو اس کے بعد زہد و عبادت میں مشغول ہو (جاؤ) تو تم اہل معرفت صوفی ہو گے (معرفت الٰہی عزّ وجلّ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے) اگر تم نے عبادت و تقویٰ اور حال (یعنی باطنی علم) حاصل کرنا شروع کیا کر دیا تو تم علم و سنن سے اعراض کر بیٹھو گے اور پھر اصول و سنن سے جہالت کی وجہ سے یا شطحیات میں یا مغالطوں میں ڈوب مرو گے اس لئے تمہارا بہترین حال یہ ہے کہ پہلے علم ظاہر اور حدیث کی کتب پڑھو۔ (یعنی شریعت کا فرض علم حاصل کرو)

اس لئے کہ یہ جڑ ہے اور عبادت وعلم (الحال) اس کی شاخیں ہیں جو اس سے پھوٹتی ہیں اور اگر عبادت پہلے شروع کر دی تو گویا جڑ کی بجائے شاخوں سے آغاز کر دیا ہے (جو جہ عنقریب خشک ہو جائیں گی) ۔۴۷۔

ہمارے سردار علی الخواص رحمۃ اللہ فرماتے تھے قوم صوفیاء صافیہ کا طریقہ کتاب وسنت کے مطابق سونے اور موتیوں کی طرح تحریر ہے اس لئے کہ ان کے لئے ہر حرکت وسکون میں شرعی میزان کے مطابق صحیح سنت ہے اور اس بات کی پہچان صرف اس شخص کو ہوتی ہے جو علوم شریعت میں سمندر کی حیثیت رکھتا ہو ۵۷۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان صوفیاء کے اخلاق میں سے ایک خلق یہ ہے کہ وہ ہر فعل اور قول میں اس وقت تک توقف کرتے ہیں جب تک اس کو قرآن وسنت اور عرف کے میزان پر پرکھ نہ لیں کیونکہ عرف بھی شریعت کا ایک حصہ ہے ارشاد خداوندی ہے: خُذِ العَفْوَ وَاْمُرْ بِا لْمَعْرُوْفِ یعنی عفو و درگزر اختیار کریں اور نیکی کا حکم کریں ۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جماعتِ صوفیاء اپنے اقوال وافعال میں محض لوگوں کے عمل پر اکتفا نہیں کرتے ، کیوں کہ ہوسکتا ہے وہ فعل یا قول ان بدعات میں سے ہو جن پر کتاب وسنت کی شہادت نہیں پائی جاتی ۔۷۶۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ہر صاحبِ تصوف اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہے اور ان کے ہر عمل میں کثرت خوف خدا عزوجل پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے شریعت پر سختی سے عمل کرتے ہیں بلکہ رخصت کو بھی ترک کرکے عزیمت پر عمل کرتے اسی وجہ سے حضرت سید عبد العزیز دباغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی کے لئے نماز ترک کرنا ممکن نہیں اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا جبکہ ولی کو ہر دو شعلوں سے داغ دیا جاتا ہے چنانچہ اس ولی کی ذات کو مشاہدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے داغ

دیا جاتا ہے اور اس کی روح کو مشاہدہ حق سے اور یہ دونوں مشاہدے اسے نماز پڑھنے اور دیگر اسرارِ شریعت کا حکم دیتے ہیں ۷۷۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ سب سے بڑی عبادت معرفتِ الٰہی کو حاصل کرنا ہے اور معرفتِ الٰہی عزوجل کو حاصل کرنے والے لوگوں کو صوفیاء کے نام سے پکارا جاتا ہے اور معرفت الٰہی عزوجل کے حاصل کرنے والے کا کوئی قول و عمل ہرگز ہرگز قرآن وسنت کے مخالف نہیں ہوسکتا۔ (واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم)

یہ تو ایک سمندر تھا جسے کوزے میں بند کرنے کو کہا گیا تھا یہ تو کسی عالم کا ہی کام ہے میں تو محض ایک ابتدائی طالب العلم ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بھائیوں کو صوفیاء کے گروہ میں شامل کرے (آمین)

حواشی، ماخذ و مراجع

1۔ سورۃ العمران ۲/۱۶۴

۲۔ کشف العرفان، الحاج محمد ظہور الحسن اویسی قادری مجددی رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۱۶، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، تاریخ طبع ۲۰۱۳ء

۳۔ کشف العرفان، محمد ظہور الحسن اویسی صاحب، ص: ۱۶

۴۔ اللمع، ابی نصر عبداللہ بن علی السراج طوسی المتوفی ۳۷۸ء ص ۷۰، مطوبہ ادارہ پیغام القرآن، تاریخ طبع ۲۰۰۸ء

۵۔ حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ء جلد اول، ص ۱۱۱، مطبوعہ دار الاشاعت، تاریخ طبع ۲۰۰۶ء

۶۔ اللمع، ابی نصر عبداللہ بن علی السراج طوسی المتوفی ۳۷۸ء، ص: ۷۴

۷۔ قرآن پاک، سورۃ ق ۵۰/ آیت ۳۷

۸۔ قرآن پاک، سورۃ رعد ۱۳/ نمبر ۲۸

۹۔ رسالہ قشیریہ، ابوالقاسم عبدالکریم ہوازن قشیری المتوفی ۴۶۵ھ ص ۲۱۸ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، تاریخ طبع ۱۴۳۰ھ

۱۰۔ قطب الارشاد، الحاج مولانا فقیر اللہ صاحب ابن عبدالرحمٰن الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص: ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ امیر حمزہ کتب خانہ کانسی روڈ کوئٹہ، تاریخ طبع ۱۳۱۶ھ

۱۱۔ قرآن پاک مختلف آیات تقویٰ کی تفصیل پر

۱۲۔ حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ء جلد اول ص: ۴۵۳، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، تاریخ طبع ۲۰۰۶ رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ دیوان امام شافعی المتوفی ۱۵۰۱ھ ص: ۴۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، تاریخ طبع ۱۴۲۴ھ

۱۴۔ قرآن پاک، سورۃ آل عمران نمبر ۱۰۲، ترجمہ کنز الایمان

۱۵۔ رسالہ قشیریہ، عبدالکریم امام قشیری، ص ۲۱۸

۱۶۔ قطب الارشاد، مولوی فقیر اللہ الحنفی، ص: ۵

۱۷۔ قطب الارشاد، مولوی فقیر اللہ الحنفی، ص: ۶

١٨۔ حلیۃ الاولیاء، جلد۴ حصہ ششم، ص:۲۷۲ بحیۃ اللہ

١٩۔ قرآن پاک، سورۃ مائدہ ۵/ نمبر:۵۴ بحیۃ اللہ

٢٠۔ سورۃ آل عمران ۳/ نمبر:۳۱ بحیۃ اللہ

٢١۔ سورۃ بقرہ ۲/ نمبر:۱۲۵ بحیۃ اللہ

٢٢۔ سورۃ بقرہ ۲/ ۱۵۱ تفسیر مظہری جلد اول

٢٣۔ تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ جلد:۱، ص:۲۴۲، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، تاریخ طبع ۲۰۱۰ء

٢٤۔ مرأۃ المناجیح، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، جلد ۸ مطبوعہ مکتبہ قادریہ

٢٥۔ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ترجمہ بمقام نور علیٰ نور، حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری الملقب بہ اچھے میاں صاحب، ص:۸۵، مطبوعہ فرید بک سٹال، تاریخ طبع ۱۹۸۶ء

٢٦۔ المیزان الشعرانی (اردو ترجمہ) امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۳ھ، ص:۱۵۸، جلد اول، مکتبہ دارالاسلامیات، تاریخ طبع ۱۴۲۸ھ

٢٧۔ الصحیح المسلم، الجزء الاول، امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری، ص:۵۲، مکتبہ رحمانیہ: ۲۸۔ مخزنِ طریقت، حضرت علامہ محمد ظفر عباس محمدی سیفی، ص:۱۸، مکتبہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان، تاریخ طبع ۱۴۲۹ھ

٢٩۔ مسلم شریف الجزء الثانی، ص:۳۵۵، مکتبہ صداقت کتب خانہ، تاریخ طبع ۱۹۳۰ء

٣٠۔ تفسیر مظہری جلد اول، ص:۲۴۲:

٣١۔ الصحیح البخاری، محمد بن اسمٰعیل بخاری المتوفی ۲۵۶ھ جلد اول ص:۸۳، مکتبہ رحمانیہ

٣٢۔ تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص:۲۴۳

٣٣۔ سورۃ الطلاق ۶۵/ نمبر۱۲

٣٤۔ مطالعہ تصوف، ڈاکٹر غلام قادر لون، ص:۱۵۶، مطبوعہ امن پبلی کیشنز، تاریخ طبع ۲۰۱۰ء

٣٥۔ تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص:۲۴۳

٣٦۔ ابوداؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۷۵ھ، جلد:۲، ص:۱۶، مکتبہ رشید کی مطبوعہ

٣٧۔ حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص:۲۱۹

۳۸۔حلیۃ الاولیاء،ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ،جلد اول،ص:۲۲۱

۳۹۔مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ،جلد:۸،مطبوعہ قادریہ

۴۰۔حلیۃ الاولیاء،جلد:۴،ص:۳۴۶

۴۱۔سراج العوارف فی الوصایا والمعارف،احمد نوری الملقب بہ رحمۃ اللہ علیہ میاں صاحب،ص:۱۱۲

۴۲۔حلیۃ الاولیاء،جلد اول،ص:۲۷۷

۴۳۔حلیۃ الاولیاء جلد اول،ص:۳۶۶

۴۴۔حلیۃ الاولیاء جلد اول،ص:۶۵۳

۴۵۔قوت القلوب،شیخ ابو طالب محمد بن محمد عطیہ حارثی المکی المتوفی ۳۷۶ھ ص:۳۲۸ جلد اول،حصہ دوم
،مطبوعہ دارالاشاعت،تاریخ طبع اگست ۲۰۰۰ء

۴۶۔قوت القلوب،ص:۳۶۹

۴۷۔قوت القوب،شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ،جلد اول،حصہ:۲،ص:۳۷۰

۴۸۔شمائمہ امدادیہ،ملفوطات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از اشرفی
تھانوی،ص:۵۰،ناشر کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ،تاریخ طبع ۲۰۰۷ء

۴۹۔حلیۃ الاولیاء جلد چہارم،ص:۶۵۳

۵۰۔شمائمہ امدادیہ،ملفوظات حاجی صاحب،ص:۲۸

۵۱۔شمائمہ امدادیہ،ملفوظات حاجی صاحب،ص:۲۹

۵۲۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی،جلد اول،ص:۳۱

۵۳۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی،جلد اول،ص:۳۴

۵۴۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی،جلد اول،ص:۴۵

۵۵۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی،جلد اول،ص ۴۱

۵۶۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی،جلد اول،ص:۴۲

۵۷۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی،جلد اول،ص: ۴۳

۵۸۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی،جلد اول،ص:۵۰

۵۹۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلداول، ص:۵۱

۶۰۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلداول، ص:۵۳

۶۱۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلداول، ص:۵۹

۶۲۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلداول، ص:۶۶

۶۳۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلداول، ص:۶۸

۶۴۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلداول، ص:۶۹

۶۵۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلداول، ص:۷۷

۶۶۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلداول، ص:۷۹

۶۷۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلداول، ص:۸۱

۶۸۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلداول، ص:۱۱۹

۶۹۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلداول، ص:۱۸۳

۷۰۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلداول، ص:۲۱۳

۷۱۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلداول، ص:۵۶۸

۷۲۔تنبیہ المغترین، امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفیٰ ۹۷۳ھ، ص:۳۴

۷۳۔تنبیہ المغترین، امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفیٰ ۹۷۳ھ، ص:۳۵

۷۴۔قوت القلوب، شیخ ابوطالب محمد بن علی حارثی مکی رحمۃ اللہ علیہ ص:۳۷۰

۷۵۔تنبیہ المغترین، امام عبدالوہاب شعرانی، ص:۳۵

۷۶۔تنبیہ المغترین، امام عبدالوہاب شعرانی، ص:۳۶

۷۷۔خزینہ معرفت اردو ترجمہ الابریز، ملفوظات حضرت غوث عبدالعزیز دباغ مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ص:۵۶۸، مطبوعہ ھاشمی پبلی کیشنز راولپنڈی تاریخ طبع ۲۰۰۹ء

۲۔ باب

برصغیر میں تصوف اور صوفیاء عہد بہ عہد

قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کا ثبوت باب اول کے اندر پیش کر دیا ہے۔ اب اس باب کے اندر برصغیر میں آنے والے صوفیاء میں سے چند مشہور صوفیاء کے تذکرہ اور ان کے تصوف پر ایک ایک فصل قائم کروں گا۔ کیوں کہ شیوخِ صوفیاء میں سے ہر شیخ کا سلسلہ کسی نہ کسی صحابی کے واسطے سے حضور علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ اس لئے میں پہلے ان صحابہ کا نام ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن سے صوفیاء طریقت وتصوف کے سلسلہ کی ابتداء ہوتی ہے۔

مخدوم زمن شاہ محمد حسن حنفی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ حضرت سرورِ کائنات اشرف المخلوقات مفخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سات حضرات خلیفہ سلسلہ معرفت کے ہوئے۔

اول: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متضمن سلسلہ نقشبندیہ۔

دوم: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ متضمن سلسلہ اویسیہ۔

سوم: حضرت عثمان جامع القرآن رضی اللہ عنہ متضمن بسلسلہ اجازت قرآن مجید۔

چہارم: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کل سلاسل جاری ہوئے۔

(نوٹ) مرآت العاشقین ص: ۳۳ پر نقل ہے، شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء میں سے دو اصحاب صاحبِ سلسلہ تھے۔ یعنی امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے فقر کے سلسلے ابھی تک جاری ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچا ہے اور دوسرے تمام سلسلے (جو اب موجود ہیں) حضرت شیرِ خدا سے منسوب ہیں۔ ان کے سلسلے قیامت تک جاری رہی گے (انشاء اللہ عز و جل)

پنجم: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ متضمن بسلسلہ شاذلیہ۔

ششم: حضرت عبدالعزیز مکی بن حارث رضی اللہ عنہ متضمن بسلسلہ قلندریہ و جباریہ۔

ہفتم: حضرت بلال رضی اللہ عنہ متضمن بسلسلہ ابدالیہ۔

اب صوفیاء برصغیر کا تذکرہ بیان کیا جاتا ہے جن کے تصوف کا چرچہ برصغیر میں مشہور ہے۔

فصل اول در تذکرہ وتصوف حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام:

آپ کا نام ''علی'' ہے۔ ہجویر شہر کا نام غزنی کے ایک محلے کا نام ہے، اس لئے ''علی ہجویری'' کہلاتے ہیں۔[۲]

والد ماجد:

آپ کے والد ماجد کا نام عثمان بن علی الجلابی الغزنوی ہے۔[۳]

ابتدائی حالات:

آپ کا پورا نام شیخ سید ابوالحسن ہجویری ہے۔ لیکن عوام اور خواص میں ''داتا گنج بخش'' کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کی ولادت ۴۰۰ھ میں غزنی شہر سے متصل ایک ہجویر نامی بستی میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام سید عثمان جلابی ہے۔ جلاب بھی غزنی سے متصل ایک دوسری بستی کا نام ہے۔ جہاں سید عثمان رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ حضرت داتا صاحب حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔[۴]

لقب کی وجہ تسمیہ:

آپ ''داتا گنج بخش'' کے لقب سے پکارے جاتے ہیں اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ حسن چشتی سنجری جب لاہور میں رونق افروز ہوئے تو آپ کے مزار مبارک پر اعتکاف فرمایا۔ چلتے وقت حضرت

خواجہ غریب نواز نے حسب ذیل شعر پڑھا۔

شعر:

گنج بخش فیض عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اس روز سے آپ داتا گنج بخش مشہور ہوئے۔ بعض لوگ تو آپ کو گنج بخش کے لقب سے پکارا کرتے ہیں۔ ۵

تعلیم وتربیت:

ابتدًا آپ نے علوم ظاہریہ حاصل کیئے۔ ۶ آپکے بہت سے اساتذہ کرام ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ (۱) شیخ ابوالعباس اشقانی (۲) شیخ ابو جعفر محمد بن امصباح (۳) شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری (۴) شیخ ابو القاسم بن علی بن عبداللہ الگرگانی (۵) ابوسعید فضل اللہ بن محمد۔ ۷ آپ علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۸ کسب روحانی کیلئے حضرت علی ہجویری نے شام، عراق، قمستان، آذربائیجان، طبرستان، خورستان، کرمان، خراسان، ماوراء الہند اور ترکستان وغیرہ کا دورہ کیا۔ ان ممالک میں بے شمار لوگوں سے ملے اور ان کی صحبتوں سے فیض حاصل کیا۔ صرف خراسان میں جن مشائخ سے آپ ملے ان کی تعداد تین سو ہے۔ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے خراسان میں تین سو اشخاص ایسے دیکھے ہیں کہ ان میں سے صرف ایک سارے جہاں کیلئے کافی ہے۔ اپنی تلاش اور جستجو کے زمانے کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہین کہ ایک دفعہ مجھے ایک (راہ تصوف میں) مشکل پیش آئی۔ اس کے حل کیلئے میں نے بہت مجاہدے کیے

مگر یہ مشکل حل نہ ہوئی۔اس سے پہلے بھی مجھے ایک مشکل پیش آئی تھی اوراس کے حل کیلئے میں نے حضرت شیخ بایزید بسطامی کی قبر کی مجاوری اختیار کر کے اس پر غور وفکر کیا اور میری وہ مشکل وہاں حل ہوگئی تھی۔اب کی بار پھر اسی طرح مجاوری میں ۳ ماہ گزر گئے مشکل حل نہ ہوئی۔بالآخر میں نے خراسان جانے کا ارادہ کیا اور راستے میں رات کے وقت ایک خانقاہ میں رات گزارنے کیلئے ٹھہرا۔وہاں صوفیوں کی ایک جماعت تھی۔میرے پاس اس وقت موٹے کھردرے ٹاٹ کی ایک گودڑی تھی اور وہی میں نے پہن رکھی تھی۔ہاتھوں میں ایک عصا اور لوٹا تھا۔اسکے سوا اور کوئی سامان میر پاس نہیں تھا۔ان صوفیوں نے مجھے بہت حقارت کی نظر دیکھا اور اپنے خاص انداز میں ایک دوسرے سے کہا کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے۔اور وہ اپنی اس بات میں سچے بھی تھے۔کیونکہ میں فی الواقع ان میں سے نہ تھا۔میں تو محض ایک مسافر کی حیثیت سے رات بسر کرنے کیلئے اور پر جو پارہ میں جا بیٹھے جو کھانے وہ کھاتے تھے۔ان کی خوشبو مجھے آرہی تھی اوراس کے ساتھ چوپارہ سے جو طنزیہ اندازیں مجھ سے باتیں کرتے تھے۔جب کھانے سے فارغ ہوئے تو خربوزے لے کر بیٹھ گئے اور کھا کر چھلکے مجھ پر پھینکتے تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی طبیعت کی خوشی اس وقت میری توہین پر موقوف ہے۔میں اپنے دل میں خدا تعالیٰ سے کہہ رہا تھا کہ یا خدایا اگر میں نے تیرے دوستوں کا لباس نہ پہنا ہوتا تو میں ضرور ان حرکات کا انکو مزہ چکھا دیتا لیکن چونکہ میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے اسے ابتدا سمجھ کر برداشت کر رہا تھا۔اس لئے جس قدر وہ طعن اور ملامت مجھ پر زیادہ کرتے تھے میں خوش ہوتا تھا یہاں تک کہ اس بوجھ کو اٹھانے سے میری وہ مشکل جس کیلئے مجاہدوں اور اس سفر کی مشقت اٹھا رہا تھا وہیں حل ہوگئی۔اور اس وقت مجھے معلوم ہو گیا کہ مشائخ رحم اللہ تعالیٰ جاہلوں کو اپنے درمیان کیوں

رہنے دیتے ہیں اور ان کا بوجھ کس لئے اٹھاتے ہیں نیز یہ کہ بعض بزرگوں نے ملامت کا طریقہ کیوں اختیار کیا ہے۔؟ واقعہ یہ ہے کہ اس سے بعض اوقات وہ مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔ جو دوسرے طریقوں سے حل نہیں ہوتی۔۹

بیعت مرشد:

اگر چہ مخدوم امم حضرت داتا گنج بخش اپنے خاندان کے ظاہری و باطنی کمالات سے مالا مال تھے مگر دوران سیاحت خوب فیضان کی تلاش میں آپ جب سلسلہ جنیدیہ کے جلیل القدر اور نامور پیشوا حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے تو ان کے روحانی فیض سے متاثر و مستفید ہو کر مرید ہو گئے اور وہ حضرت شیخ حُصری اور وہ حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے اور وہ حضرت جنید بغدادی کے اور وہ حضرت شیخ سری سقطی کے اور وہ حضرت معروف کرخی کے اور وہ حضرت داؤد طائی کے اور وہ حضرت حبیب عجمی کے اور وہ حضرت حسن بصری کے اور وہ مرکز ولایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔۱۰

لاہور میں آمد:

آپ کے مرشد نے آپکو لاہور جانے کا حکم دیا تا کہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلایا جائے چنانچہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سلطان محمد غزنوی کے بیٹے ناصر الدین کے زمانے میں لاہور تشریف لائے۔ آپ کے پیر بھائی حسین زنجانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے ہی لاہور میں اس خدمت پر مامور تھے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہاں حسین زنجانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پہلے ہی

موجود ہیں، میری کیا ضرورت ہے۔شیخ نے حکم دیا کہ نہیں تم جاؤ۔داتا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مرشد کے حکم کے مطابق روانہ ہوااور رات کے وقت لاہور پہنچااور صبح کے وقت حسین زنجانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا جنازہ شہر سے باہر لایا گیا ۔تب مجھے اپنے مرشد کی حکمت معلوم ہوئی۔آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تبلیغ اسلام کیلئے برصغیر کے دوسرے حصوں کا سفر بھی کیا لیکن آپ کا مقام اور مرکز لاہور ہی رہا۔11

حاکم رائے راجو کا قبول اسلام اور حصول علم باطنی:

حافظ توقیر انور لکھتے ہیں اللہ وحدہ لاشریک لہ پر پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہی بندہ مومن کو غم اور خوف سے مکمل طور پر آزادی اور نجات دلاتا ہے۔عقیدہ توحید پر یہی پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہی تھا کہ جس کی بناء پر لاہور میں حضرت داتا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصورِ توحید کی بنیاد رکھی یہی لاہور ایک کٹر ہندو راجہ جے پال کا دارالحکومت تھا علاوہ ازین لاہور میں حضرت داتا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اسلام کیا اشاعت کرتے ہوئے تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ داتا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز نے عوام کے دلوں کو ہلا دیا اور گزادیا حتیٰ کہ حکومت کے ایوانوں میں بھی پہنچ گئی۔چھوٹوں پر بھی اثر کیا اور بڑوں کے دل بھی ہلائے۔اللہ تعالیٰ کے برگزدیدہ بندے کی آواز لاہور کے نائب حاکم رائے راجو کے دل میں بھی گھر کرگئی۔رائے راجو جو بڑی عقیدت سے حاضر خدمت ہوا اور اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی رسی کو تھام لیا ۔ارشاد ربانی ہے۔

"واعتصبعو بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا" 12

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

داتا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلمہ پڑھایا اور مسلمان کر لیا اور اس طرح وہ دل جو مدتوں کفر کا گرویدہ رہا تھا اسلام نے لاہور کی فضاء کو یکسر بدل دیا اور غریب عوام کے دل سے قبول اسلام کی توفیق گزر کر اھل لاہور کے ان لوگوں کے دلوں میں بھی گھر کرنے لگی جو حکومت پنجاب کے رکن اعلیٰ تھے یا احمرئے لاہور کے بڑھ زمیندار تھے۔

حضرت داتا صاحب کو ہر اس شخص کے اسلام لانے سے بے حد خوشی ہوئی تھی۔ جب بھی آپ کسی کو کلمہ پڑھا کر داخل اسلام فرماتے تھے تو چہرہ انور خوشی سے چمکنے لگتا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں سجدہ شکر ادا فرماتے تھے۔

حضرت داتا صاحب نے رائے راجو کی تعلیم و تربیت خود فرمائی، راہ شریعت وسلوک پر ان کو گامزن کیا اور جب وہ اپنی عبادت و ریاضیت کے بعد مرشد کی رہنمائی سے اطاعت حق اور پیروی سنت کے اعلیٰ مقام پر پہنچے تو ان کو ''شیخ الہند'' لقب سے سرفراز فرمایا۔ یہی مقام شیخ الہند آگے چل کر حضرت پیرومرشد کے پہلے خادم بنے اور جب انتقال کیا تو اپنے مرشد کے احاطہ مزار ہی میں سپر دِقبر کئے گئے۔ اور یہ سعادت قدرت کے جانب سے انکو اس شان سے دع گئی کہ آج تک ان یعنی شیخ الہند کی اولاد میں ہی داتا صاحب کے مزار کی خدمت نسل در نسل چلی آرہی ہے انکے قبول اسلام سے لاہور میں ظلمت کا اندھیرا چھٹ گیا اور اسلام کے لوگ جوق در جوق درائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔[۱۳]

اسلامی تصوف اور کشف المحجوب:۔

المختصر کہ یہ کشف المحجوب وہ کتاب ہے جس میں مرشدِ لاہور نے سلسلۂ

تصوف کی حقیقت بیان فرما کی اہلِ دل کی روح پروری اور رہنمائی کا پورا پورا اسامان کر دیا ہے۔ اس لئے وہ روح تصوف کے ترجمان، اسلام اور دین حق کے علمبردار بھی ہیں۔ حضرت پیر سخی سلطان الہند نے بھی یہی فرمایا ہے کہ

شعر:

گنج بخش فیض عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

تصوف کی ضمن میں لوگ افراط وتفریق اور انتہا پسندی کا شکار ہیں۔ کچھ لوگوں کے نزدیک دنیا کی نعمتوں سے منہ موڑ لینا اور دنیا کو چھوڑ دینا تصوف ہے۔ ۱۴ (اور معرفت الٰہی عزوجل سے بلکل خالی ہوتے تھے حتی کہ تصوف کے بارے میں کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا تھا حالانکہ ''اھدنا الصراط المستقیم'' تو میانہ روی ہی کا راستہ تھا اور ہے)۔ داتا پیر نے یہ کہ کر فیصلہ دے دیا ہے کہ جو طریقت، کتاب وسنت کی پیروی سے باہر ہے اسے ہم رد کرتے ہیں۔ اپنی ''کشف المحجوب'' کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علماء ظاہرین میں سے کوئی شخص بھی اس کتاب کا مطالعہ گہرائی سے کرے گا جان لے گا کہ علمِ تصوف کی جڑ مضبوط اور اس کی شاخیں پھل دینے والی ہیں۔ ۱۵

وفات:۔

آپ نے ۴۶۵ھ میں اس جہان فانی سے سفر دارالآخرت فرمایا۔ بعض کے نزدیک آپ کا وصال ۴۵۶ھ میں ہوا مزار پرانوار لاہور میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔ ۱۶

حواشی، ماخذ و مراجع

۱۔ تواریخ آئینہ تصوف، سید حسن شاہ چشتی رامپوری ۱۲۱۱ھ ص: ۳۔ مطبوعہ مکتبہ صابریہ بستی چراغ شاہ قصور، تاریخ طبع ۱۴۲۴ھ

۲۔ تذکرہ اولیاء پاک و ہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، بانی صدر، دی سوسائٹی آف مٹکس، ص: ۱۷، مطبوعہ پروگریسو بکس، تاریخ طبع ۱۹۹۹ء

۳۔ کشف المحجوب اردو ترجمہ، داتا علی ہجویری متوفی ۴۶۵ھ، ص: ۹۵، تاریخ طبع: ۲۰۰۱۔ انوید کمپوزنگ سنٹر کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

۴۔ بزرگانِ دین، مولانا علی محمد مظاہری، ص: ۱۔ مطبوعہ الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، تاریخ طبع جون ۱۹۸۹ء

۵۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ص: ۱۷

۶۔ ص: ۱۸

۷۔ بزرگان دین، مظاہری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۱

۸۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ص: ۱۸

۹۔ کشف المحجوب مترجم، تذکرہ مخدوم امم داتا گنج بخش از محمد گل احمد خان عتیقی، ص: ۳۷

۱۰۔ معارف ہجویری: ۲۔ مجموعہ مقالات مقابلہ مقالہ نویسی اپریل ۱۲۱۳ء، تقدیم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر استاذ کرسی ہجویری، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص: ۳۱

۱۲۔ آل عمران سورۃ نمبر: ۳

۱۳۔ معارف ہجویری ۲، ص: ۳۱

۱۴۔ معارف ہجویری از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ص: ۱۸۹

۱۵۔ معارف ہجویری ۲، از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ص: ۲۰۸

۱۶۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ظہور الحسن شارب، ص: ۱۹

فصل دوم:

در تذکرہ و تصوف حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

نام:

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، ا۔

والد کا نام:

والد ماجد کا نام خواجہ غیاث الدین حسن ہے۔ ۲

تاریخ ولادت:

تاریخ ۹ جمادی الآخر ۵۲۲ھ ہجری کو پنج شنبہ (جمعرات) کے روز مغرب کے وقت مقام سنجر شریف میں آپ تولد ہوئے۔ راوی اس تاریخ کے آپ کے پدر بزرگوار حضرت سید غیاث الدین صاحب ہیں از تواریخ ظہرت ناصر۔ ۳

نسب مبارک:

حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت سید غیاث الدین حسن تاریخ ۱۲، ماہ شعبان ۵۴۷ھ میں بروز اتوار وقت عصر مغرب وفات پائی مزار مبارک سنجر میں ہے ۴۔ آپ حسینی سید ہیں۔ ۵ مکمل نسب نامہ

حضرت خواجہ معین الدین حسن بن سید غیاث الدین حسن بن طاہر بن عبد العزیز بن ابراہیم بن عبداللہ حسن العسکری بن امام نقی بن امام تقی بن امام موسیٰ علی رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ بن مولیٰ علی رضی اللہ عنہ۔ ۶

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ مکرمہ معظّمہ کا نام پاک ماہِ نور بی بی تھا۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے جا ملتے ہیں۔

مکمل نسب نامہ:۔

خواجہ سید معین الدین بن سیدہ نور بی بی بنت سید داؤد بن سید عبداللہ حنبلی بن سید زاہد بن سید مورث بن سید داؤد بن سید موسیٰ جون بن عبداللہ مخفی بن سیدنا حسن مثنیٰ بن سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:۷

حصول علم کا شوق:۔

بچپن میں ایک بزرگ حضرت ابراہیم قندروزی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے طلب حق کا جذبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ وطن کو خیر باد کہہ کر تحصیل علم کے لئے سمرقند و بخارا کا سفر اختیار کیا۔ علوم ظاہری کے بعد حصولِ علم باطن کی طرف متوجہ ہوئے ۸ اور شیخ عثمان ہرؔ ونی کے مرید ہوئے۔ ۹ آپ کی زندگی میں ہی آپکے خلفاء وغیرہ کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ بیس سال تک آپ حضرت خواجہ عثمان ہرؔ ونی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ سفر و حضر کی حالت میں خواجہ عثمان ہرؔ ونی کے آرام کے کپڑوں کی نگرانی کرنا آپ کا کام تھا۔ بیس برس کی خدمت انجام دینے کے بعد خواجہ عثمان ہرؔ ونی نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ ۱۰

حصول علم باطنی کی تواریخ:

حضرت خواجہ معین الدین نے تاریخ ۴ ماہِ شوال ۵۴۱ھ میں بروز پیر کو حضرت زاہد شاہ اویسی ابدال درجہ اول سے کامل رہنمائی ملی، تاریخ ۷ ماہِ ربیع الآخر ۵۴۴ھ کو خواجہ حسن انداقی سے فیض باطنی حاصل ہوا، اور تاریخ ۲ ماہِ رمضان

۵۴۶ھ میں بروز جمعہ مسجد چشت خاص میں حضرت خضر علیہ السلام سے بیعت حاصل ہوئی۔ اور تاریخ ۱۰ ماہِ شوال ۵۶۰ھ کو بروز جمعرات وقت ظہر خلافت وامامت کلی مجددی حضرت خواجہ عثمان ھارونی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ تاریخ ماہِ شوال ۵۶۰ھ بروز جمعہ وقت مغرب کے روحانیت سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست بارک سے آپ نے خرقہ وعمامہ پایا۔ اور خلافتِ اتم، مکرر اپنے شیخ سے حاصل کی (تواریخ ظہرت نامہ)۔ ۱۱

لاہور کی طرف سے اجمیر کا سفر:

حضرت خواجہ صاحب اپنے مرشد کے ہمراہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ بھی گئے وہاں آپ کے مرشد نے آپ کی مقبولیت کے لئے دعا کی اور آپ کو بشارت دی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ مرشد سے رخصت ہو کر مختلف مقامات کے بزرگوں سے ملتے ہوئے وارد لاہور ہوئے اور شیخ ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۴۸۵ھ کے مزار پر چند روز معتکف رہے پھر لاہور سے براستہ ملتان دہلی اور دہلی سے اجمیر تشریف لے گئے۔ آپ۔ کے ورود اجمیر کے وقت اجمیر میں تھواج ۵۷۳ھ حکمران تھا۔ قاضی منہاج الدین عثمان جوجانی کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ سلطان شہاب الدین غوری کے اس لشکر کے ہمراہ تھے جس نے دائی اجمیر رائے پتھورا (پرتھوراج) کو شکست دی تھی۔ ۱۲

پرتھوراج کو بے ادبی کی سزا:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب

دہلی آتے ہی عبادت الٰہی عز وجل میں مشغول ہو گئے۔ رائے پتھورا اس زمانے میں اجمیر ہی میں مقیم تھا۔ اس نے آپکے ایک عقیدت مند کو کسی وجہ سے ستایا۔ وہ مظلوم مسلمان سیدھا آپ کے پاس آیا آپ نے اس کی سفارش کے لئے رائے پتھورا کے پاس ایک پیغام بھیجا۔ لیکن آپ کی سفارش رائے پتھورا نے قبول نے کی۔ اور کہا یہ شخص یہاں آکر بیٹھ گیا ہے۔ اور بیٹھے بیٹھے غیب کی باتیں کہتا ہے۔ یہ بات آپ تک پہنچی پتھورا نے اسلامی فوج کا مقابلہ کیا اور آخر کار سلطان معز الدین سام عرف شہاب الدین غوری کے ہاتھ زندہ گرفتار ہوا۔ اُس تاریخ سے اس ملک میں اسلام پھیلا اور کفر و فساد کی جڑیں کٹ گئیں۔ ۱۳

خواجہ اجمیری اور ہندوستان میں دین اسلام:

''اکبری'' میں لکھا آپ اجمیر میں گوشہ نشین ہوئے اور ہدایت کے بے شمار چراغ روشن کئے اور ان کے نفس قدسیہ کی برکت سے لوگوں کی بڑی بڑی جماعتوں اور قوموں نے مشرف بہ اسلام ہونے کا فائدہ حاصل کیا۔ ۱۴

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے سردار مانے جاتے ہیں۔ شیخ عثمان ھارونی فرماتے ہیں کہ ہمارے معین الدین خدا عز وجل کے محبوب ہیں۔ مجھے اپنے ان جیسے مرید پر مخر ہے۔ جو اپنے وقت کا قطب اور صاحب تصرف سردارِ اولیاء اور مرکز انوار معرفت ہو۔ ہندوستان کے لوگ عام طور پر آپ سے عقیدت مند تھے آپ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے زمانہ تھے۔ خوارق و کرامات کا بے شمار ظہور ہوا۔ جسکو بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ ۱۵

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ کے قدم مبارک کا اس ملک میں پہنچنا تھا کہ اس ملک کی ظلمت نورِ سلام سے معبدل ہوگئی۔ جو فضا شرک کی صداؤں سے معمور تھی اب وہ نعرہ اللہ اکبر سے گونجنے لگی۔ اس ملک میں جسکو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور قیامت تک جو بھی اس دولت سے مشرف ہوگا نہ صرف وہ بلکہ اس کی اولاد در اولاد اور نسل در نسل سب کا ثواب ان کے نامہ اعمال میں ہوگا۔ ۱۶

وفات:

آپکی وفات دوشنبہ ۶ رجب ۶۳۳ھ کو ہوئی۔ آپکے وصال کے وقت آپکی پیشانی پر لوگوں نے لکھا ہوا دیکھا۔ ''حبیب اللہ مات فی حب اللہ'' حضرت کا عرس شریف ہندوستان کے مشائخ ۶ رجب کو کرتے ہیں۔ ۱۷

آپکے خلفاء:۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی چشتی اجمیری فرماتے ہیں کہ اس فقیر سے ایک خلیفہ اکبر قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ اور ۲۵ خلفائے اصغر اور ۵۵ صاحب مجاز ہوئے۔ ۱۸

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ ۵۴۸ھ میں ۲۴ رمضان بروز جمعرات بعد از نماز عصر اوش کے مقام میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ۱۳ رجب المرجب ۵۶۱ھ میں بروز بدھ بوقت عشاء بیعت توبہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ سے کی اور تاریخ ۲۷ ماہ ذیحجہ ۵۷۴ھ میں جمعہ کے روز بعد از نماز جمعہ اجمیر میں حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری سے خلافت و امامت کلی مجددی حاصل کی تاریخ ۱۴ ماہ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت

وفات پائی۔ اور مزار مبارک آپکا دہلی میں ہے۔ ۱۹

اسی طرح پاک و ہند میں آپکے نامور خلفاء کی تعداد بے شمار ہے مثلاً حضرت شیخ حمید الدین ناگوری۔ شیخ وجیہد الدین۔ خواجہ برھان الدین۔ حضرت ابو الفرح قرشی۔ حضرت رماد اکبر شاہ۔ حضرت امیر برھان جی سدا سہاگ۔ تواریخ آئینہ تصوف میں وضاحت ملاحظہ کریں۔ ۲۰

متصوفانہ افکار پر ملفوظات:

فرمایا: ایک مرتبہ خواجہ اجل شیرازی نے وضو کیا اور انگلیوں میں خلال والی سنت بھول گئے۔ ھاتف غیبی کی آواز آئی کہ اے اجل! دعویٰ تو ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کا کرتے ہو اور پھر اس کے امتی بھی بنتے ہو مگر سنت کے تارک بھی ہو۔ پھر آپ نے مرتے دم تک کسی سنت کو ترک نہ کیا۔ فرمایا وضو میں ہر عضو کو تین بار دھونا سنت ہے لہٰذا تین بار سے زیادہ جس نے دھویا ایک عضو کو تو اسنے ظلم کیا: فرمایا فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے وضو میں ایک بار ایک عضو کو صرف دوبارہ دھویا خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعجب کی بات ہے وضو کرنے میں تم سے ایک کمی واقع ہوگئی (کہ تم نے عضو کو دوبار دھویا)

فرمایا مسجد میں آئے ہوئے کیلئے سنت یہ ہے کہ دایاں پاؤں مسجد میں رکھیں ایک دفعہ حضرت سفیان رحمتہ اللہ علیہ مسجد میں آئے اور بھول کر پہلے الٹا پاؤں مسجد میں رکھا اور فوراً غیب سے آواز آئی اے ثور (یعنی بیل جانور) کیا خدا تعالیٰ کے گھر میں اس طرح بے ادب کی طرح داخل ہونا چاہیے جس طرح تم داخل ہوئے اس دن سے آپ کا نام سفیان ثوری مشہور ہوگیا۔ ۲۱

حواشی، مأخذ و مراجع ۴۵

(۱) دلیل العارفین، قطب الدین بختیار کاکی المتوفی ۶۵۳ھ ص: ۵، مطبو شبیر برادرز تاریخ طبع ۶۰۰۲ ء

(۲) سفینۃ الاولیاء، شہزادہ داراشکوہ قادری المتوفی ۰۷۰۱ھ ص: ۱۲۸، مطبوعہ نفیس اکیڈمی تاریخ طبع ۱۹۷۶ء

(۳) تواریخ آئینہ تصوف، مولانا حسن رامپوری متوفی ۱۳۱۲ھ ص: ۴۳، طبع اول ۱۳۱۱ مکتبہ صابریہ قصور

(۴) تواریخ آئینہ تصوف، مولانا حسن رامپوری متوفی ۱۳۱۲ھ ص: ۴۵۳، طبع اول ۱۳۱۱ مکتبہ صابریہ قصور

(۵) سفینۃ الاولیاء، شہزادہ داراشکوہ، ص: ۱۲۸، ماہِ اجمیر، ابوالوفا قاری فیض المصطفی ص ۵۴ نوریہ رضویہ

(۶) تواریخ آئینہ تصوف، مولانا حسن رامپوریخ، ص: ۴۵۳

(۷) ماہِ اجمیر، ابوالوفا قاری فیض المصطفی عتیق، ص: ۵۵، مطبوعہ نوریہ رضویہ ۴۰۰۲

(۸) دلیل العارفین اردو ترجمہ تذکرہ معین الدین، حکیم مطیع الرحمٰن قریشی ص: ۹، مطبوعہ ضیاء القرآن، تاریخ طبع ۴۰۰۲

(۹) سفینۃ الاولیاء، داراشکوہ، ص: ۱۲۷

(۱۰) اخبار الاخبار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۱ھ، ص: ۴۳، مطبوعہ دارالاشاعت، تاریخ طبع ۱۹۹۷ء

(۱۱) تواریخ آئینہ تصوف، حسن شاہ رامپوری، ص: ۴۳

(۱۲) دلیل العارفین، تزہ معین الدین، حکیم مطیع الرحمٰن، ص: ۱۰

(۱۳) اخبار الاخبار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص: ۴۳

(۱۴) دلیل العارفین اردو ترجمہ، تذکرہ معین الدین، ص: ۱۱

(۱۵) سفینۃ الاولیاء، داراشکوہ، ص: ۱۲۸

(۱۶) دلیل العارفین، ص: ۱۱

(۱۷) سفینۃ الاولیاء، دارشکوہ، ص: ۱۲۹

(۱۸) تواریخ آئینہ تصوف، ص: ۴۹۷

(۱۹) تواریخ آئینہ تصوف ص: ۴۳

(۲۰) تواریخ آئینہ تصوف، ص: ۵۰۱

(۲۱) دلیل العارفین اردو ترجمہ، قطب الدین بختیار کاکی المتوفی ۶۵۳، ص: ۱۷

فصل سوم:

درتذکرہ وتصوف حضرت فرید الدین گنج شکر

خاندانی حالات:

نام نامی آپ کا نام فرید الدین مسعود بن سلیمان ہے۔آپ تین بھائی تھے۔فرید الدین محمود، فرید الدین مسعود، بخیب الدین متوکل۔آپ باپ یک طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے اور والدہ ماجدہ مولانا وحید الدین نجندی کی صاحبزادی تھیں بڑی باعصمت اور صاحب کرامات بی بی تھیں۔[۳]

ولادت مبارک:۔

آپ نے ۵۷۵ھ میں اس عالم کو زینت بخشی بعض نے آپ کی پیدائش ۵۶۹ھ میں ہونا لکھا ہے۔[۴]

لقب:

آپ کا لقب ''گنج شکر'' تھا اور مشہور ہے۔اسکی وجوہات بہت ذکر کی گئیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ ایک دن دہلی میں خوب بارش ہوئی اور کیچڑ کی وجہ سے چلنا مشکل تھا۔آپ کو اپنے مرشد خواجہ قطب الدین کی قدم بوسی کا شوق ہوا اور روانہ ہوئے۔ سات روز سے کچھ نہ کھایا تھا کیونکہ روزے رکھ رہے تھے۔آپ کا پاؤں پھل گیا۔ آپ کے منہ میں تھوڑی کیچڑ جا پڑی، وہ کیچڑ خداوند تعالیٰ کے حکم سے شکر ہوگئی، پیرو مرشد نے دیکھتے ہی فرمایا فرید الدین خدا تجھے شکر بنائے اور ہمیشہ میٹھا رکھے اس لئے آپ جہاں جاتے لوگ کہتے فرید الدین گنج شکر آئے ہیں۔[۵]

علم ظاہری اور علم باطنی کا حصول:

۲۱ سال کی عمر میں حفظ کیا اور پھر علم ظاہری کے حصول میں مصروف ہو گئے۔٦ جن دنوں میں آپ آخری اسباق مولانا منہاج الدین ترمذی کے پاس پڑھ رہے تھے آپکی عمر اس وقت تقریباً اٹھارہ برس تھی ایک دن مسجد میں "نافع" کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک درویش یکا یک وہاں آئے اور پوچھا کیا پڑھ رہے ہو؟ حضرت بابا نے ان کی طرف عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا: نافع پڑھ رہا ہوں۔ درویش نے مسکرا کر جواب دیا: "یہ کتاب تم کو انشاءاللہ عزوجل نفع دے گی" یہ کہنا تھا کہ بابا صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور وہ دوڑ کر قدموں سے یہ کہتے ہوئے لپٹ گیا "اس کتاب سے نہیں بلکہ آپ کے فیض اثر سے نفع ہوگا بعض میں معلوم ہوا یہ درویش کو اس زمانے کے بہت بڑے ولی قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ ہیں تو وہ ان کے حلقہ ارادت میں شریک ہو گئے۔٧

حضرت خواجہ نے آپکو خلافت عطا فرمائی حضرت باباجی پیر کی وفات کے بعد ملتان کے مضافات میں دیپالپور کے متصل قلبہ اجودھن میں سکونت اختیار فرمائی اور ہزاروں تشنگان علوم باطنی آپ کے دریائے فیض سے سیراب ہوئے۔٨ آپکی کرامات بہت کثیر ہیں جن کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔

شیخ فریدالدین اور تصوف:

اکابر و ارکانِ اولیاء میں سے تھے۔ ریافت، مجاہدہ، فقر اور ترکِ دنیا میں کمال رکھتے تھے۔ کشف و کرامت کی علامت اور ذوق و محبت کا نشان تھے ہمیشہ

(ذکر) سر وخفی میں مشغول رہتے تھے۔ مختلف مقامات کی سیر وسیاحت کے بعد جب اجودہن (پاک پتن) آئے جہاں کے باشندے تند خو، ظاہر پرست اور خاص کر فقیروں سے دشمنی رکھتے تھے، یہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا یہ مقام میرے رہنے کے لائق ہے۔ یہاں کوئی آپ کا پرسانِ حال نہ تھا، قریب ہی ایک گھنے درخت کے نیچے آپ یادِ الٰہی عزوجل میں مشغول ہو گئے۔ یہی آپ نے مجاہدے وریاضت کی سختیاں برداشت کیں، چونکہ زیر حرست روحانیت کے مالک تھے اسلئے پوشیدہ نہ رہ سکے (لوگوں میں آپکی شہرت ہوگئی)۹ ایک دفعہ نظام الدین احمد بدایونی آپ کے پاس حاضر تھے کہ حضرت شیخ فرید الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ (اے نظام الدین) میرا ارادہ تو تھا کہ ہندوستان کی ولایت کسی اور کو دوں لیکن تم ابھی راستے میں تھے کہ الہام ہوا۔ کہ یہ ولایت نظام الدین احمد بدایونی کی ہے۔ اسے دو۔ حضرت احمد بدایونی فرماتے ہیں کہ میں قدم بوسی کے اشتیاق سے اٹھ کر کچھ عرض کرنے لگا۔ لیکن مارے رعب کے نہ کرسکا۔ آپ نے روشن ضمیری کی وجہ سے واقف ہو کر فرمایا کہ ہاں ''ہاں اس سے تمہارا اشتیاق جسے دل میں ہے اس سے زیادہ وہ ہم پر روشن ہے ۱۰۔

تاریخ ۹ ذی الحجہ ۵۱۵ھ میں بروز جمعہ وقت مغرب مکہ معظّمہ میں حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی سے بیعت توبہ اور ارشاد مع اجازت حرز مرتضوی قادری واسم اعظم جنیدیہ کی حاصل کی اور تاریخ ۱۱ مئی ذیحجہ ۵۱۵ھ مذکور بروز اتوار وقت مخبر حضرت عبد الخالق غیدوانی سے مکہ معظّمہ میں خاندان طیفوریہ میں ارشاد خلافت مع اجازت حرز سیف اللہ طیفوریہ واسم اعظم کے مستفیض ہوئے اور تاریخ ۵ محرم ۵۲۷ھ میں بروز جمعہ وقت نصف شب جناب والد ماجد سے خاندان اویسیہ میں بیعت ارشاد وخلافت

تاریخ یکم رمضان المبارک ۵۹۸ھ میں بروز جمعہ وقت صبح بمقام دہلی "روبروحضرت خواجہ غریب نواز کے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی سے خلافت وامامت کل و مجددی پائی، ازمکتوب نطاب قربت اور مکتوب تواریخ ظہر نامہ ١١

وفات:۔

تاریخ ۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ بروز پیر بعد از نماز مغرب مرتبہ لاہوت میں وفات پائی اور مزار شریف آپ کا پاکپتن میں ہے۔ ١٢

حواشی، ماخذ ومراجع

١۔ہشت بہشت، راحت القلوب، ملفوظات بابا فرید الدین گنج بخش متوفی ۶۶۵۔ص:۵،مطبوعہ شبیر برادرز، تاریخ طبع اگست ۲۰۰۶ء۔

٢۔اسرار الاولیاء(اردو ترجمہ) مقدمہ معین الدین دردوائی، ص:١٢،مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، تاریخ طبع اپریل ۱۹۸۳ء

٣۔سفینۃ الاولیاء، شہزادہ دارا شکوہ قادری المتوفی ۱۰۷۰ھ، ص:۱۳۱

۴۔تذکرہ الاولیائے پاک وہند ص:۵۳

٦۔ ص:۵۴

۷۔اسرار الاولیاء(اردو ترجمہ) مقدمہ معین الدین دردوائی، ص:١٣

٨۔سفینۃ الاولیاء، شہزادہ دارا شکوہ قادری، ص:١٣٢

٩۔اخبار الاخیار اردو ترجمہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص۵۴،مطبوعہ دار الاشاعت، تاریخ طبع ۱۹۹۷ء

١٠۔راحت القلوب، نظام الدین بدایونی ص:٩،مطبوعہ شبیر برادرز، تاریخ طبع ۲۰۰۶ء

١١۔تواریخ آئینہ تصوف، شاہ محمد حسن رامپوری متوفی ١٣١٢ھ، ص:۴٢

١٢۔تواریخ آئینہ تصوف، شاہ محمد حسن رامپوری متوفی ١٣١٢ھ ص:۴٢

فصل چہارم:

در تذکرہ وتصوف حضرت شیخ احمد مجدد الف الثانی رضی اللہ عنہ

نام:

آپ کا نام ''احمد'' ہے۔

لقب:

آپ کا لقب بدر الدین ہے۔

کنیت:

آپ کی کنیت ''ابوالبرکات'' ہے

نسب:

آپ کا عالی نسب امیر المومنین امام الدعدلین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ صاحبزادے ہیں شیخ عبد الاحد کے اور وہ فرزند تھے شیخ زین العابدین بن شیخ عبد الحی بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ بن امام رفیع الدین بن شیخ نصر الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین المعروف فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبد اللہ واعظ لاصغر بن شیخ عبد اللہ واعظ (اکبر) بن شیخ ابوالفتح بن شیخ اسحق بن شیخ ابراہیم بن ناصر بن شیخ عبد اللہ بن سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔[2]

ولادت باسعادت:۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۹۷۱ھ ۱۵۶۳ء سرہند شریف میں ہوئی حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

یہ آفتاب ولایت اپنے پیر بزرگوار (حضرت خواجہ باقی باللہ) کی طرح ۹۷۱ھ میں طلوع ہوا۔آپ سرہند تولد ہوئے۔۳

تعلیم و تعلم :۔

پڑھنے کے قبل عمر ہوئی تو آپ کو ایک مکتب میں داخل کیا گیا۔تھوڑی مدت میں آپ نے وہاں قرآن پاک حفظ کر لیا۔پھر اپنے والد ماجد شیخ الاحد رضی اللہ علیہ پاس تعلیم حاصل کی اور اکثر علوم انہی سے حاصل کیے۔اسکے بعد آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور مولانا کمال کشمیری سے معقولات کی بعض کتابیں بہت تحقیق سے پڑھیں۔ وہیں حدیث کی بعض کتابیں مولانا یعقوب کشمیری سے پڑھیں، یہ شیخ حسین خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ کبروی کے خلیفہ تھے اور انہوں نے حرمین شریف میں بڑے بڑے محدثین سے استفادہ کر کے سند حاصل کی تھی آپ (حضرت مجدد) نے سلسلہ کبروی میں مولانائے موصوف ہی سے بیعت فرمائی ہے۔۴۔قاضی بہول بدخشی علیہ الرحمہ سے یہ کتابیں پڑھیں۔

(۱)تفسیر واحدی اور اس کی مؤلفات،تفسیر بسیط،تفسیر وسیط،اسباب نزول۔

(۲)تفسیر بیضاوی اور اس کی منصفات منہاج الوصول،الغایۃ القصوبی۔

(۳)بخاری شریف اور اس کی مؤلفات ثلاثیات،ادب المفرد،افعال العباد

(۴)مشکوۃ تبریزی

(۵)شمائل ترمذی

(۶)جامع صغیر سیوطی

(۷)قصیدہ بردہ

قاضی بہول بدخشی علیہ الرحمہ نے حدیث مسلسل ''ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء'' کے ساتھ حضرت مجدد کو مشکوٰۃ المصابیح کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حصول اجازت کے بعد حضرت مجدد نے فرمایا یوں محسوس ہوتا ہے جیسے طبقہ محدثین میں داخل کرلیا گیا ہے۔۵

اکتساب کمالاتِ باطنی:۔

غرض کہ آپ نے تحصیل وتدریس کے بعد اپنے والد ماجد کی صحبت اختیار کی اور انہی سے کمالات باطنیہ اور سلسلہء قادریہ وچشتیہ کی انوار سے اکتساب کیا اور آپ کے والد ماجد نے آخر وقت میں اپنے تما صاحبزادوں میں سے آپ ہی کو فرقہ ءخلافت عطا فرمایا اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ آپ نے بھی (میداو معاد کے شروع میں) لکھا ہے کہ: اس فقیر کو نسبت فردیت کا سرمایہ اپنے والد ماجد سے حاصل ہوا اور ان کو ایک ایسے بزرگ سے حاصل ہوا تھا جو جذبہ قوی رکھتے تھے اور اپنے خوارق میں مشہور تھے یعنی حضرت شاہ کیتھلی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوا تھا،٦ ۔ سلسلہ سہروردیہ اور قادریہ کی اجازت بھی اپنے والد سے حاصل کی اور طریقہ اپنے استاد شیخ یعقوب کشمیری سے حاصل کیا۔ اس کے باوجود آپ کو پورا اطمینان نہ ہوا کتاب وسنت کی پیروی کا خیال اس قدر غالب تھا کہ چشتی سلسلہ کی خلافت کے باوجود سماع کی طرف طبیعت مائل نہ ہوئی۔ ۷

حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت:

کا سبب کچھ اس طرح بنا کہ حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کو حج بیت اللہ کا

بے حد اشتیاق رہتا تھا لیکن والد بزرگوار کی کبرسنی کے سبب یہ ارادہ معرض التوا میں رہا۔ آپ کے والد گرامی نے ۱۰۰۷ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اگلے سال آپ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور دہلی پہنچے۔ ان دنوں حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مجدد کے ایک دوست مولانا حسن کشمیری نے آپ کے سامنے حضرت خواجہ کی تعریف کی۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نہایت بشاشت سے ملے اور آپ سے ارادہ وقصہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ارادہ حج کا اظہار کیا۔ حضرت خواجہ نے اپنی افتادطبع کے برعکس فرمایا کہ اگرچہ ارادہ نیک ہے لیکن چند اور اس جگہ فقراء کے پاس قیام کرنے میں کیا حرج ہے۔ آپ نے حسبِ ارشاد ایک ہفتہ قیام کا فیصلہ کیا۔ ابھی دو روز ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے جذبہ کی وجہ سے آپ میں طریقہ نقشبندیہ اختیار کرنے کا شوق غالب آگیا اور آپ نے حضرت خواجہ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت بغیر استخارہ کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے مگر یہاں اپنی روش کے برعکس فی الفور آپ سے بیعت لی ۱۵۹۹ء اور خلوت میں لے جا کر توجہ شروع کی۔ اسی وقت اس کے اثرات ظاہر ہوئے اور آپ کا دل ذاکر ہو گیا اور پھر حلاوت ولذت قلبی کے ایسے معاملات پیش آئے کہ نہ دیکھے نہ سنے۔ دو ماہ میں آپ کو تمام نسبت حاصل ہوگئی۔[۸]

عہد اکبری کی خرابیاں:

غیر مسلم مؤرخوں نے اکبر بادشاہ کو اکبر اعظم کا خطاب دیا اور اس قدر بڑھایا چڑھایا کہ شاہجہاں اور نگ زیب کے چراغ ٹمٹماتے نظر آنے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مؤرخین نے ان مسلم حکمرانوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے جن کے دورِ حکومت میں

اسلام کا استیصال کیا گیا ہے۔ تاریخی اور مذہبی حیثیت سے جب دورِ اکبری کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس کے دورِ حکومت میں الحاد اور بے دینی کو بہت فروغ ہوا جو شاید کسی مسلم بادشاہ کے عہد میں نہ ہوا ہو گا۔ غالبًا اسی لیے یہ مسلمان بادشاہ غیر مسلموں کا محبوب ترین مسلم حکمران تھا۔[9]

اسلام کے خلاف اکبر کی طبعیت میں ایک قسم کی ضد پیدا ہو گئی تھی۔ وہ ہر اس چیز کو پسند کرتا جس کو اسلام نے ناپسند کیا ہے۔ چنانچہ اس نے اسلام کی ضد میں سور اور کتے کو ناپاک نہیں سمجھتا تھا۔ حرم اور محل میں ان کو رکھا جاتا تھا اور روزانہ صبح کو ان کی زیارت عبادت شمار کی جاتی تھی۔ کیونکہ ہندو رشیوں نے یہ تصور پیش کیا تھا:

سُؤر اُن دس مظاہر میں سے ہے جن میں خدا حلول کیے ہوئے ہے (معاذ اللہ) تبحر علمی اور ہمہ دانی کے باوجود مولوی فیضی کا یہ حال تھا کہ: چند کتوں کو سفر میں ساتھ رکھتا تھا اور ان کے ساتھ کھانا بھی کھاتا تھا، بعض شعراء تو کتوں کی زبانیں منہ میں لیا کرتے تھے اور شراب کو اس حکیمانہ احتیاط سے حلال کیا گیا کہ اگر حکماء کی طرح رفاہیت بدنی کے لئے شراب پی جائے اور اس سے کوئی فتنہ وفساد پیدا نہ ہو تو مباح ہے لیکن اگر مے خوار مستی میں جھوم جائے، بھیڑ بھاڑ ہو جائے اور شور وغل ہونے لگے تو ایسی صورت میں شراب نوشیوں کی پوری پوری تأدیب کی جائے اور ان کثیر خرافات میں کئی علماء بھی شامل تھے (العیاذ) فیضی جیسے مفسر قرآن سے بھی نہ رہا گیا، جام پر جام چڑھائے چڑھاتے جاتے اور کہتے جاتے: ''ایں پیالہ را بکوری فقہاء خورم'' ستم بالائے ستم حضرت شیخ الاسلام مفتی صدر جہاں اور میر عدل میر عبدالحیٔ نے بھی خم پہ خم چڑھائے، خلوت میں ہی نہیں جلوت میں بھی بادشاہ کے سامنے بھی۔

اکبر کا پندار شاہی اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ آداب شاہی میں سجدہ تعظیمی کو فرض...... کر دیا گیا اور اس کا نام ''زمین بوس'' رکھا تھا اور بقول ملاّ عبد القادر بدایونی اس بدعت کا ذمہ دار ایک صوفی شیخ تاج العارفین جس نے اکبر کے لئے: سجدہ تجویز کر کے اس کا نام ''زمین بوس'' رکھا اور آداب شاہی کو فرض عین کا درجہ دیا اکبر کے چہرے کو ''کعبہ صراط'' اور قبلۂ حاجات کہا کرتے تھے۔ (منتخب التواریخ، جلد دوم، ص: ۲۵۹) ۱۰

اکبر کی موت اور مجدد پاک کا عروج:

اکبر بادشاہ ۱۵ رجب ۹۴۹ھ ، اکتوبر ۱۵۴۲ء کو امر کوٹ ضلع تھر پارکر مغربی پاکستان سندھ میں پیدا ہوا، ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ کو کلانور ضلع گرداسپور مشرقی پنجاب، بھارت میں رسمِ تخت نشینی ہوئی اور ۷ اجمادی الآخر ۱۰۱۴ھ کو آگرے میں انتقال کیا۔ ۱۱

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے عہد اکبری میں آنکھ کھولی اور جب اکبر کا انتقال تو آپ کی عمر شریف تقریباً ۴۳ سال تھی اس طرح آپ نے عہد اکبری کے نشیب و فراز بچشم خود ملاحظہ فرمائے عہد پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں شاہ وگدا، علماء وصوفیہ اور عوام کی اکثریت بگڑی ہوئی تھی اور زمانہ رہبرِ کامل کا متلاشی تھا، بادشاہ اکبری کی دور میں حضرت مجدد الف ثانی نے خفیہ طور پر دربار اکبری، دربار جہانگیر کے ایک اہم رکن کو بالخصوص بالعموم مختلف اراکین کی طرف شریعت سے بھرپور مکتوبات بھیجے مگر یہاں ان مکتوبات کے ذکر کا وقت نہیں۔

مثال کے طور پر ایک مکتوب جو کہ شیخ فرید بخاری کے لئے تحریر فرمایا مختصر عرض کرتا ہوں:

''کل قیامت کے دن شریعت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ تصوف کی پرسش نہ ہوگی۔ دخول جنت اور تقرب محبوب، اتباعِ شریعت سے وابستہ ہے۔ انبیاء کی بعثت

سے مقصود تبلیغ شریعت ہے۔ پس سب سے بڑھ کر نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں کوشش کی جائے اور احکام شرعیہ کے کسی حکم کو بھی زندہ کیا جائے، خصوصاً ایک ایسے دور میں جب کہ شعائر اسلام منہدم ہو گئے ہوں۔[۱۲] اسی طرح چند مکتوبات اور بھی شیخ فرید بخاری متوفی ۱۰۲۵ھ کے نام تحریر کئے۔

غالباً حضرت مجدد کی اسی قسم کی ترغیبات و تحریکات سے متاثر ہو کر تخت نشینی کی جدوجہد میں شیخ فرید نے جہاں گیر کا ساتھ دیا جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اکبر کے بعد شیخ فرید نے افواج کی قیادت کی اور سلیم جہانگیر کی حمایت کی اور اس شرط پر جوش تعاون کا یقین دلایا کہ تخت نشینی کے بعد سلیم اسلام کی حفاظت کرے گا شاید اس ان کا یہ مقصد ہو گا کہ سلیم اہل سنت و جماعت کی حمایت کرے گا۔

چنانچہ جہاں گیر ۲۱ اکتوبر ۱۶۰۵ء مطابق ۱۰۱۴ھ کو نورالدین جہاں گیر بادشاہ غازی کے مقب سے تخت نشین ہوا۔

جہاں گیر کی تخت نشینی کے فوراً بعد حضرت مجدد اعلاناً مملکت کو احیاء شریعت کی طرف متوجہ کیا۔ لیکن جہاں گیر میں تھوڑی سی تبدیلی آنا یہ مجدد پاک کی خفیہ اصلاحی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ پھر ایک وقت آیا جہاں گیر کے دربار میں آپ کو بلایا گیا اور دشمنوں نے مجدد پاک کے متعلق بادشاہ کو بھڑکایا ہوا تھا اس لئے آپ کو تعظیمی سجدہ نہ کرنے پر ایک سال کے لئے قلعہ گوالیار میں محبوس کیا۔ المختصر یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ کو اپنے اعتراضات کے ایسے جوابات دیئے کہ بادشاہ نہ صرف مطمئن ہوا بلکہ آپ کا معتقد ہو گیا۔[۱۳]

شادی و اولاد:

آپ نے شادی رئیس الحاج شیخ سلطان کی صاحبزادی سے کی۔[۱۴] آپ

کے سات لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔

وصال:

آپ ۲۷ صفر ۱۰۴۸ھ کو جوارِ رحمت میں داخل ہوئے مزار فیضِ آثار سرہند میں مرجع خاص وعام ہے۔ [۱۵]

اصطلاحات نقشبندیہ:

حضرت شاہ ولی اللہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے خاص طور پر متاثر تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تصنیف قول الجمیل میں مشائخ نقشبندیہ کی مصطلحات، لطائف ستہ اور تصرفات حضرات نقشبندیہ کا ذکر فرمایا ہے ان مصطلحات کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) ہوش دردم (۲) نظر برقدم (۳) سفر دروطن
(۴) خلوت زمانی (۵) یادکرد (۶) بازگشت
(۷) نگہداشت (۸) یاداشت
(۹) وقوفِ زمانی (۱۰) وقوفِ قلبی (۱۱) عددی۔ [۱۶]

پھر ان لطائف ستہ کا ذکر فرمایا ہے:

۱۔ قلب ۲۔ روح ۳۔ سِر ۴۔ خفی ۵۔ اخفیٰ ۶۔ نفس۔ [۱۷]

اور حضرات نقشبندیہ کے تصرفات کا اس والہانہ انداز سے ذکر فرمایا ہے کہ نقشبندیہ کے عجائب تصرفات ہیں، ہمت باندھنا کسی مراد پر تو اس مدعا کا ہمت کے موافق ہونا اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عامی پر توجہ کا اضافہ کرنا اور لوگوں کے دلوں میں تصرفات کرنا کہ ان میں واقعات عظیمہ متمثل ہوں

اور آگاہ ہو جاتا اہل اللہ کی نسبت پر، زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے خطرات قلبی پر اور جوان کے سینوں میں خلیجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور وقائع آئندہ کا مکشوف ہونا اور بلائے نازل کو دفع کر دینا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں۔۱۸

حواشی، مآخذ ومراجع

۱۔تذکرہ اولیاء پاک وہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ص:۲۵۶

۲۔حضرات القدس، کاشف حقائق علامہ بدالدین سرہندی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی ص:۲۲، جلد:۲، مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ، تاریخ طبع ۱۴۳۱ھ۔

۳۔سیرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمتہ اللہ علیہ، ص:۸۳، مکتبہ امام ربانی مجدد الف ثانی فاؤنڈیشن کراچی، تاریخ طبع ۱۴۹۰ھ

۴۔حضرات القدس، بدالدین سرہندی، ص:۲۶

۵۔سیرت مجدد ثانی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص:۸۴

۶۔حضرات القدس، بدالدین سرہندی، ص:۲۸

۷۔تاریخ مشائخ نقشبندیہ، پروفیسر صاحبزادہ محمد عبدالرسول، ص:۳۵۹، مطبوعہ، مکتبہ زاویہ، سن طباعت ۲۰۰۷ء

۸۔تاریخ مشائخ نقشبدیہ

۹۔سیرت مجدد الف ثانی، محمد مسعود احمد، ص:۱۱۸

۱۰۔سیرت مجدد الف ثانی، محمد مسعود احمد، ص:۱۳۸

۱۱۔سیرت مجدد الف ثانی، محمد مسعود احمد، ص:۱۴۴ (حاشیہ)

۱۲۔مکتوبات امام ربانی، از مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۴ھ جلد اص:۴۸

۱۳۔سیرت مجدد الف ثانی، ڈاکٹر مسعود احمد، ص:۱۹۰

۱۴۔تاریخ مشائخ نقشبندیہ، محمد عبدالرسول للّٰہی، ص:۳۵۸

۱۵۔تذکرہ اولیاء پاک وہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ص:۲۶۲

۱۶۔سیرت مجدد الف ثانی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص:۴۰۱

۱۷۔القول الجمیل، شاہ ولی محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ، ص:۶۳

فصل پنجم:

در تذکرہ و تصوف حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ

نام:

آپ کا نام باہو ہے۔آپ اپنے نام پر فخر کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ کہ آپ کے نام میں ''ہو'' آتا ہے،اور فرماتے ''میری والدہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ انہوں نے میرا نام ''باہو'' رکھا ہے۔[1]

والد گرامی:

حضرت سخی سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کے والد محترم کا نام حضرت حافظ بازید محمد ہے۔سلطان بازید محمد انتہائی شریف نیک صالح حافظ قرآن، کاتب قرآن اور فن سپہ گیری میں ماہر اور نہایت دلیر تھے۔[2]

والدہ ماجدہ:

حضرت سخی سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت بی بی راستی ایک بلند قایہ، ولیہ کاملہ اور صاحب کشف ولیہ تھیں۔ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتیں، عبادتِ الٰہی کے لیے گھر سے پہاڑوں کے دامن کی طرف تشریف لے جاتیں۔آپ ایک کامل ولیہ اور متقی مشہور تھیں۔[3]

ولادت:

آپ شورکوٹ میں ۱۰۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔[4]

خاندانی حالات:

آپ قبیلہ اعوان سے تھے، آپ کا سلسلہ نسب انتیس واسطوں سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منتہی ہوتا ہے۔[5]

کشف و کرامات:

ہجرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ہزار اُنتالیسواں سال تھا۔ شور کوٹ کے نواح میں ایک گاؤں ڈیرہ سارنگ خان بلوچ میں حضرت بازید کے گھر اُن کی زوجہ بی بی راستی کے بطن مبارک سے حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی۔ کسے معلوم تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر شور کوٹ کو نور سے بھر دے گا۔ خود کو بڑا گمنام رکھنے کی سعی کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کشف و کرامات سے بہت نوازا تھا۔ جہاں جاتے کوئی نہ کوئی کرامت ظاہر ہو جاتی اور وہ جگہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جاتے ان کا ایک ہی جملہ کسرِ نفسی اور عجز و انکساری پیدا کرنے کیلئے آج بھی مشعل راہ ہے فرماتے ہیں:

"اگر بر ہوا پری مگسی ماگر بر آب روی خسر، وگر دل مردمان را مسخر گردانی اہل ہوسی"

یعنی اگر تو ہوا میں اُڑے تو ایک مکھی کے برابر ہے اور اگر تو پانی پر چلتا ہے تو ادنیٰ تنکے کے برابر ہے اور اگر عوام الناس کو اپنی کرامات کی طرف مائل کر لے اور ان کے دلوں کو مسخر کرے تو تو اہل ہوس میں سے ہے۔[6]

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت:

سن رشد کو پہنچنے کے بعد ایک دن کا واقعہ ہے کہ امام اولیاء حضرت کرم اللہ

وجہہ نے آپ کو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔ آپ خود اس ک ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ وہ مقامات اور درجات حاصل ہوئے جو بیان سے باہر ہیں۔ پھر غوث الاعظم میراں محی الدین حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا۔ ۷

بیعت وخلافت:

اسکے بعد آپ میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ ہر وقت خود متفرق رہنے لگے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو کسی باکمال شیخ سے بیعت ہونے کی تاکید کی لہٰذا آپ نے گھر چھوڑا اور تلاش مرشد میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور حضرت شاہ حبیب اللہ کی حدیث کے موافق آپ دہلی تشریف لائے۔ سید عبدالرحمان قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ آپ کو خلوت میں لے گئے اور مدارج سلوک ذرا دیر میں طے کرا دیئے۔ بیعت سے مشرف ہوئے اور فرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اور آپ کو وہ نعمت حاصل ہوئی جس کی آپکو تلاش تھی۔ ۸

حصول فیض کی زیادتی کا اندازہ:

اپنے پیر ومرشد سے فیض حاصل کرنے کے بعد اب آپ کا یہ طریقہ تھا کہ دہلی کہ بازاروں میں گھومتے اور جس پر نگاہ ڈالتے اس کو ذرا دیر میں خدارسید بنا دیتے تھے۔ آپ کا فیض عام تھا۔ دہلی میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ کسی نے آپ کے پیر ومرشد سے بھی اس بات کا ذکر کیا۔ آپ کے پیر ومرشد نے آپ کو طلب فرمایا، اور ارشاد فرمایا (اے باہو، ہم نے تمہیں خاص نعمت عطاء کی اور تم نے اس خاص نعمت کو عام

کر دیا۔آپ نے جواب دیا: ''حضرت سے جو خاص نعمت مجھے حاصل ہوئی اس کی آزمائش منظور تھی کہ مجھے کسی قدرت نعمت گراں مایہ حاصل ہوئی اور اس کی ماہیت کیا ہے۔آپ کے پیر و مرشد جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور مزید نعمت سے آپ کو مالا مال کیا۔

دہلی سے شورکوٹ تشریف لائے اور تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔9

سلطان باہو اور تفسیر صوفیانہ:۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن پاک میں بیان پیغام الٰہی عزوجل کو بغیر کسی بحث و مباحثہ اور اختلافات کو قطع نظر کرتے ہوئے صرف اور صرف اس مقصد کو پیش نظر رکھا کہ اس پیغامِ خالق عزوجل کو اُس کی مخلوق تک پہنچا دیا جائے مزید اس اُمت مسلمہ کو (ناجائز) اختلافات کی جنگ میں نہ جھونکا جائے کیونکہ صوف کی سوچ تو مخلوق کو خالق سے واصل کرنے کی ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم انہیں اس طرف سے پکڑتے ہیں جدھر سے اُن کو خبر بھی نہیں ہوتی۔سلطان العارفین امام العاشقین حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ اپنے صوفیانہ نکتہ نظر سے اس آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس راہ کو شریعت رد کردے وہ زندقہ راہ ہے، جس راہ کو شریعت ٹھکرادے وہ کفر کی راہ ہے۔ شیطان و بھوائے نفس اور دنیائے دلیل کی راہ ہے، لوگوں کو چاہیے کہ اس سے حبر دارر ہیں حدیث جس نے کسی کو چاہا وہ خیر سے محروم رہا اور جس نے اللہ کی جستجو کی اُسے ہر چیز میسر آ گئی۔ یہ چند کلمات ظاہری و باطنی طیر سیر کے اُس ملک سلوک کے بارے میں ہیں جس کا مقصود و مطلوب فقر ''خضر والی اللہ ہے طالب دنیا کا سلوک فقر ''فقر وامن اللہ ہے جو مردود ہے۔!!

تعلیمات:

دنیا ان لوگوں پر تعجب اور افسوس ہے کہ خدا فرماتا ہے فخر والی اللہ، لوگو خدا کی طرف آؤ، مگر انہیں خدا تعالیٰ کی طرف آن کیا معنٰی وہ اس سے بھاگتے ہیں اور گریز کرتے ہیں، گو ان پ معرفت الٰہی عز و جل کی جھلک نہ پڑھی ہو مگر وہ اپنے آپ کو عارف اور صاحب حضور جانتے ہیں لیکن وہ درحقیقت بے معرفت اور مقام حضور سے کوسوں دور اپنی کشف و کرامات و بدعات واستدارج میں مغرور رہتے ہیں۔

مرشد:

آپ فرماتے ہیں مرشد کی تین اقسام ہیں۔ اول مرشد کامل، طالب کے حق میں رحمت، دوم، مرشد ناقص طالب کے حق میں زحمت ہوتا ہے۔ سوم، جو کہ دنیاوی مراتب و مناسب میں کمال حاصل کرتا ہے۔ اور وہ اپنی اس ترقی سے مرتبہ فرعون کو پہنچتا ہے۔ اور جو مرشد کہ نہ مراتب دنیا ہی حاصل کرتا ہے اور نہ مقامات معرفت ک طے کرتا ہے وہ دونوں جہاں کی رسوائی اور ذلت اپنے سر لیتا ہے۔

ذکر دوام سے:

ذکر خفی مراد ہے۔ جو بظاہر معلوم نہیں ہوتا اواس اللہ سے وجود میں اس طرح جاری ہوتا ہے، جس طرح نمک ماکول مشروب میں سرایت کر جاتا ہے اور بظاہر معلوم نہیں ہوتا، مگر درحقیقت موجود ہوتا ہے، جو کھانے پینے سے معلوم ہوتا ہے اور ذکر خفی اس طرح سے پہچانا جاتا ہے کہ اصحب ذکرِ خفی تصور برزخ اسم اللہ عزوجل سے ایسی لذت اور حلاوت پاتا ہے کہ اس کا ایک ذرہ مشرف تک کل مخلوق کو ملے تو وہ ایسا بے ہوش اور مست ہو جائے کہ بجز قیامت کے دن کے وہ پیدا ہی نہ ہو صاحب ذکر خفی دنیا ومامنھا سے کچھ خبر نہیں رکھتا۔[۱۲]

وفات:

آپ یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو جوار رحمت میں داخل ہوئے۔ آپ کا مزار شورکوٹ میں واقع ہے۔[۱۳]

حواشی، ماخذ و مراجع

۱۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ص:۳۰۹

۲۔ ماہنامہ مرأۃ العارفین حضرت سلطان باہو نمبر اشاعتِ خاص، محمد افضل عباس خان ریسرچ سکالر پنجاب یونیورسٹی لاہور، تاریخ ۱۴۳۲ھ، ص:۱۴

۳۔ مرأۃ العارفین محمد افضل خان، ص:۱۷

۴۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ظہور الحسن شارب ص:۳۰۹

۵۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ظہور الحسن شارب ص:۳۰۹

۶۔ مرأۃ العارفین، جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل ص:۲۳

۷۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ظہور الحسن شارب، ص:۳۱۰

۸۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ظہور الحسن شارب، ص:۳۰

۹۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ظہور الحسن شارب ص:۳۱۱

قرآن پاک۔ پارہ ۹ سورۃ اعراف، آیت نمبر:۱۸۲

۱۱۔ مرأۃ العارفین، مفتی محمد ہاشم ریسرچ اسکالر، ص:۱۲۵

۱۲۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ظہور الحسن شارب ص:۳۱۳

۳۱۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ظہور الحسن شارب، ص:۳۱۲

فصل ششم:

درتذکرہ وتصوف آخوندزادہ سیف الرحمٰن پیرارچی سراسا

نام:

سیف الرحمٰن

والد کا نام:

جناب شیخ الاسلام حضرت علامہ قاری محمد سرفراز خان رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ جو کہ افغانستان کے مشہور ومعروف عالم دین اور قاری قرآن تھے اور متقی نیک صفت انسان تھے اور سلسلہ قادریہ شریف میں شیخ المشائخ حاجی حرمین شریفین عاشق رسول حاجی محمد امین قادری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ایک دن قبلہ حاجی صاحب کی آپ (پیرارچی) کے گھر میں دعوت تھی تو جب حاجی صاحب تشریف لائے تو آپ کے والد گرامی نے آپ کو انکے سامنے کیا تو حاجی صاحب نے آپ کو لعاب دہن عطا کیا اور چند دانے کش مش کے بھی عطا فرمائے۔[۲]

ولادتِ باسعادت:

آپکی ولادت ۱۳۴۰ھ میں جلال آباد (افغانستان) سے ۲۰ کلو میٹر دور جنوب کی طرف واقع ایک گاؤں باباکلی، ارچی میں ہوئی اور آپ کے والدین نے آپکا نام سیف الرحمٰن رکھا۔[۳]

لقب:

لقب آخوندزادہ، پیرارچی وخراسانی،[۴] اس سلسلہ میں مشہور لقب "حضرت مبارک صاحب" ہے۔[۵]

ابتدائی تعلیم:۔

ابتدائی تعلیم آپ مبارک نے نے اپنے والد بزرگوار سے شروع فرمائی، ابھی عمر آپکی آٹھ سات تھی کہ والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا۔٦

تحصیل علم کیلئے سفر:

حصول علم دین کیلئے آپ نے افغانستان اور پاکستان کے صوبہ سرحد و پشاور کے علاوہ ہندوستان کا رخ کیا جس طرح حدیث پاک میں ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے علوم دین کو حاصل کرنے کیلئے دور دراز کا سفر کیا اسی چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علوم ظاہریہ اور علوم باطنیہ سے بھرپور اور مکمل استفادہ کیا۔ افغانستان کے اس زمانہ کے مشہور استاذ اور پیر استادالاساتذہ شیخ المشائخ جامع معقول و منقول حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی اور افغانستان کے مشہور صوفی باصفا و عالم دین محبوب سبحانی عالم ربانی مولانا ہاشم سمنگانی ان دونوں عظیم عارفین سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علمی ادبی اور روحانی استفادہ کیا اور علوم باطنیہ میں مکمل دسترس حاصل کی (اورآپ نے علماء ماوراء النہر سے بھی علم حاصل کیا) آپ نے علوم ظاہریہ و علوم نقلیہ و عقلیہ کے تمام حاصل علوم حاصل کیے، عظیم علماء کے نام بے شمار ہیں۔ ۷ حضرت پیر صاحب اخندزادہ سیف الرحمٰن مشہور عالم دین مقلد مذہب حنفی و پابند عقائد اہل سنت و جماعت ہیں اور در چار سلاسل طریقت جامع ولی اللہ و متقی و متبع شریعت بزرگ ولی است و افراط و تفریق فرقہ واریت بالکل مبرا است ۸۔ لیکن شریعت میں آپ جیسی سختی کسی میں نہیں دیکھی۔

بیعت وخلافت:

آپ اپنے وقت کے عظیم شیخ جو کہ اپنے وقت کے قطب ارشاد بھی تھے اور
مرجع عوام وخواص تھے یعنی شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ ان کی
سیرت ومقام تاریخ اولیاء میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کی وفات کے بعد آپ مبارک
صاحب اپنے مرشد کے حکم سے مولانا ہاشم سمنگانی کی صحبت کو لازم وملزوم جانا جو کہ
حضرت قبلہ شاہ صاحب کے ممتاز خلیفہ تھے اور مولانا ہاشم کو افغانستان کا بچہ بچہ اب بھی
جانتا ہے۔ اتنے رطب اللسان تھے کہ (۵) پانچ گھنٹوں میں مکمل قرآن مجید کی تلاوت
فرما لیتے اور رمضان میں قرآن مجید کی تلاوت سے شغف کا یہ عالم تھا کہ ایک ہزار سے
زیادہ مرتبہ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور صوم داوٗدی رکھا کرتے تھے اس وجہ سے
مبارک صاحب ان سے متاثر ہوئے اور بیعت کی حتی کہ شیخ کی آخری عمر تک خدمت
شیخ کی، خدمت شیخ میں رہے اور فیض یاب کیا۔ جب مولانا محمد ھاشم سمنگانی بیمار
ہوئے ۱۳۸۳ھ میں تو دیکھا کہ آخوندزادہ صاحب بڑے ہی ذوق وشوق صبر وتحمل کے
ساتھ شہروں اور قصبوں سے آنے والوں مریدوں کی خوب تربیت فرما رہے ہیں تو پھر
مولانا ہاشم سمنگانی نے آخوندزادہ صاحب کو مطلق خلافت عطا فرمائی اور فرمایا اس
وقت میرے خلفاء میں آخوندزادہ جیسا کوئی نہیں ہے۔ میں اس لئے ان کو مطلق
خلافت کی اجازت دیتا ہوں اور پیر ارچی آسمان میں نصف النہار سورج کی طرح
ہیں۔ پس ان کا مقبول میرا مقبول ہے اور ان کا مردود میرا مردود ہے۔ 9

امام خراسانی اور تصوف:

آخندزادہ پیر سیف الرحمٰن اپنے مرشد گرامی کے حکم پر طالبان حق کو معرفت الٰہی عزوجل کے جام پلانے لگے اور جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے۔ آپ روحانیت سے فیض یاب ہونے لگے اور (وہ خانقاہ) پورے افغانستان کے لئے روحانیت کا مرکز بن گئی ۱۰۔ حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ کے پاس طالبان راہ حق کا ہجوم اس لئے رہتا تھا کہ آپ نے علم تصوف یعنی علم باطنی کو اس کے اصول اور قواعد کے مطابق سالکین میں عام کیا جس کی وجہ سے ہر آنے والا سالکین عشق الٰہی عزوجل کے سرور سے مستفیض ہوکر دیوانہ وار گھومنے لگتا۔ حتیٰ کہ پنجاب کے ایک ایسے راہ حق کے طالب کو بھی مبارک صاحب طرف سے داتا صاحب علیہ الرحمہ کے وسیلے سے رہنمائی ملی کہ جس کی پرورش میں حلال رزق تھا جسکی گھٹی میں مشائخ، علماء اور سادات کرام کا ادب سمندر کی طرح بھرا ہوا تھا۔ اس راہ حق کے طالب نے مبارک صاحب علیہ الرحمہ سے اتنا فیض حاصل کیا کہ مبارک صاحب علیہ الرحمہ نے اس طالب صادق کو وہی مقام اپنے لئے دیا جو مبارک علیہ الرحمہ کو آپ شیخ نے دیا تھا۔ اس طالبِ صادق کا نام شیخ العلماء والمشائخ، مجاہد اہلِ سنت، صباح بہار شریعت الفقیر حضرت ابوالاصف میاں محمد حنفی سیفی مبارک دامت برکاتہم العالیہ ہے آپ آج بھی علم تصوف کو شریعت کے آئینے میں ڈھال کر سکھا رہے ہیں۔

ایک شیخ و عالم دین کا سب سے بڑا وصف اور کمال یہی ہے کہ وہ زہد و تقویٰ اور خشیت الٰہی عزوجل کی دولت بے بہا سے مالا مال ہو۔ حضرت علامہ پیر سیف

الرحمٰن مبارک تقویٰ و پرہیز گاری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ مبارک کے تقویٰ کا اعتراف تو آپ کے پیر حضرت مرشدنا مولانا محمد ہاشم سمنگانی کو تھا جس کی وجہ سے آپ اخندزادہ مبارک کو مصلیٰ امامت پر کھڑا فرماتے اور ان کی اقتداء پر فخر کرتے۔ آپ اپنے وقت کے اصحاب تقویٰ وزہد کے امام تصور کیے جاتے تھے۔[11]

الحمد للہ والمنہ درین عصر پر فتن حلہ این منصب والای قطب ارشادیت بدشاں حضرت عارف ربانی محبوب سبحانی واقف اسرار قرآنی آخندزادہ سیف الرحمٰن امام خراسانی رحمۃ اللہ علیہ۔[12]

اقوال:۔

۴۰ سال تدریس کا فریضہ نبھایا۔ خالص حنفی ہو۔ جو سنت پر پوری طرح کار بند ہو خلافت اس کا حق ہے۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے (علم ظاہر الحال اور علم باطن دونوں فرض ہیں) اور اگر علم پر عمل نہ کیا تو اس عالم کی مثال گدھے جیسی ہے۔ اخلاص کے ساتھ علم وعمل کا امتزاج رضائے الٰہی عزوجل کے حصول کا ذریعہ ہے۔ علم باطن کا استاذ علم ظاہر کے استاذ سے افضل ہے۔ جو پیر خلاف سنت عمل کرے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔[13]

حواشی، مآخذ ومراجع

۱۔مناہج الاولیاء، خادم الدین محمد یوسف المعتوی الغرغانی الاندوخوئی القاریانی الحنفی السیفی، اشاعت دار العلوم سیفیہ منڈی کس کھجوری باڑہ پشاور، تاریخ طبع ۱۵ شعبان ۱۴۲۶ھ

۲۔انوارِ رضا 2008ء کا تیسرا شمارہ، ملک محبوب الرسول قادری، از علامہ مفتی آصف نعمانی، ص ۱۶۳

۳۔ ص:۱۰۹

۴۔ ص:۱۶۳

۵۔تذکرہ مشائخ سیفیہ، حافظ محمد عرفان طریقی قادری، چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہار اسلام، مطبوعہ بہار اسلام پبلی کیشنز لاہور، ص:۱۹۸، تاریخ طبع ۱۴۳۳ھ

۶۔بہار اسلام عکس مجدد الف ثانی، حضرت امام خراسانی، ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی، ۱۷ اگست ۲۰۱۰ء

۷۔انوارِ رضا، مفتی محمد آصف نعمانی، ص:۱۶۳

۸۔بیان الحقائق، احمد مبین خادم دربار سیفیہ، اشاعت دار العلوم سیفیہ تاریخ ۱۴۲۱ھ

۹۔۷۔انوارِ رضا، مفتی محمد آصف نعمانی، ص:۱۶۵

۱۰۔ ص:۱۶۹

۱۱۔تذکرہ مشائخ سیفیہ، محمد عرفان قادری، ص: ۴۰۳

۱۲۔مناہج الاولیاء، محمد یوسف المعتوی، ص: ۱۵۵

۱۳۔انوار رضا، ملک محبوب الرسول قادری، ص: ۳۳۹

خاتمہ:

فکر الصوفی کی ابتداء ذکر اللہ سے ہے اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے حدیث قدسی ہے اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ ۱ میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔ لیکن ذکر کرنے سے پہلے صوفیاء کے نزدیک ہزار آداب ہیں (اس سے صوفیاء کے آداب کی کثرت کا اندازہ ہوتا ہے) جن کو صوفیاء نے ۲۰ آداب میں بیان کیا ہے۔(یادرہے یہ آداب مبتدی کیلئے ہیں جبکہ منتہی کیلئے سرتاپا ادب لازمی ہے) ان کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔۲ صوفیاء یہ بھی فرماتے ہیں کہ ذکر ولایت کا منشور ہے یعنی اللہ تعالٰی کی طرف سے بندے کو ولایت کی سند ہے. جس طرح دنیوی بادشاہوں کی طرف سے سندات دی جاتی ہیں وگرنہ اللہ تعالٰی کیلئے بلند مثال ہے۔ جس شخص کو دائمی ذکر کی توفیق دی گئی اسے یہ سند دی گئی کہ وہ اللہ تعالٰی کا ولی ہے اور جس سے ذکر کا عمل لے لیا گیا اسے ولایت سے معزول کردیا گیا۔

صوفی کی فکر سے ذکر اللہ عزوجل مقدم کیوں نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ولایت کی سند ہے یعنی اس کو ذکر اللہ کی توفیق ہی اس وقت ملے گی جبکہ اللہ تعالٰی اس سے راضی ہوگا اور ذکر اللہ عزوجل کے تمام آداب کو ملحوظ رکھے گا تو انشاءاللہ عزوجل ذکر اللہ مع فیضانِ انوار وتجلیات نصیب ہوگا اور پھر ذاکر کو شیطان سے اس طرح محفوظ کردیا جائے گا کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس بات پر صوفیاء کا اتفاق ہے کہ جب ذکر دل میں ٹھہر جاتا ہے تو شیطان جب اس ذاکر کے قریب ہوتا ہے تو گر جاتا ہے. جس طرح شیطان انسان کے قریب

آئے تو انسان گر پڑتا ہے۔ پھر اس گرنے والے (شیطان) کے پاس دوسرے شیطان جمع ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اسے کیا ہوا؟ تو کہا جاتا ہے یہ ذکر کرنے والے کے قریب ہوا تھا تو اسے بچھاڑ دیا گیا۔ [۳]

امام شافعی علیہ الرحمہ کو امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا اے محمد! (امام شافعی کا نام ہے) "اِجْعَلْ عِلْمِكَ مَلْحًا وَّ اَدْبَكَ دَقِيْقًا" ترجمہ: اپنے علم کو نمک اور اپنے ادب کو آٹا بناؤ (یعنی علم کی نسبت ادب زیادہ ہونا چاہئے) حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مَنْ لَمْ يَتَادَّبُ لِلْوَقْتِ فَهُوَ مُقْتٌ" [۴] ترجمہ جو شخص وقت کا ادب نہیں کرتا وہ غضب کا مستحق ہوتا ہے اسی وجہ سے فقیر حقیر کو بھی صوفیاء سے محبت ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کہ میرا خاتمہ ایمان پر کرے اور میرا حشر صوفیاءِ حقہ کے ساتھ فرمائے۔ (آمین)

حواشی، مآخذ و مراجع

(۱) اشعۃ اللمعات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، جلد ۲، ص: ۶۲۱، مطبوعہ فرید بک سٹال

(۲) انوار القدسیہ فی المعرفۃ القواعد الصوفیاء، امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ، ص: ۳۶، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، تاریخ طبع ۱۴۳۵ھ

(۳) ص: ۳۵

(۴) انوار القدسیہ فی المعرفۃ القواعد الصوفیاء، ص: ۵۹

سالکین پر واجب ہے کہ وہ صاحبِ وجد کی تعظیم کریں

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ معرفت الٰہی کے حصول کے لئے کوشش کریں اور ہر وہ مسلمان جو معرفت الٰہی کے حصول کیلئے کوشش کرتا ہے اس کو سالک کہتے ہیں۔

حضرت شاہ ابو الحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام اعلیٰ حضرت اپنے قصیدہ نور میں اس طرح ذکر کرتے ہیں: شعر (سخن رضا شرح حدائق بخشش، ص:۱۸)

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

یعنی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اے رضا یہ میرے پیر طریقت کے فرزند قبلہ نوری میاں کا نورانی فیض ہے کہ میری غزل نوری قصیدہ ہو گئی ہے۔

یہ شیخ احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب سراج العوارف فی الوصایہ و المعارف (مترجم) ص:۱۸۳ پر فرماتے ہیں:

سماع (وحلقہ ذکر) کے وقت وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ لوگوں کی طبیعتوں کے اختلاف سے اپنے احوال میں بھی مختلف ہے کسی پر گریہ طاری ہوتا ہے کسی پر شگفتگی اور ہنسی، کوئی خاموش رہ جاتا ہے اور کوئی آہ واہ کرتا ہے وعلی ہذا (قیاس وجد کی مختلف اقسام ہیں وضاحت کے لئے دیکھئے رسالہ اقسام وجد)۔

وجد کے معنیٰ ہیں وہ کیفیت جو دل پر طاری ہو۔ خواہ طرب کی صورت میں یا اندوہ وملال (یعنی غمی و بے چینی سے محسوس ہو) البتہ اس میں کسی قسم تکلف (جیسے ایک کا ناچ گانے والا ڈانس کرتا ہے) یا نمائش (ریا کاری) کا دخل نہ ہو۔ تواجد کے معنیٰ یہ ہیں کہ آدمی ایسے اسباب اپنی کوشش سے مہیا کرے (یعنی وجد والوں کی طرح آہ آہ

اوہ اوہ وغیرہ کرے اس نیت سے) کہ مجھے بھی اصلی وجد کی کیفیت حاصل ہوجائے۔ یہ بھی محمود و پسندیدہ ہے بشرطیکہ نیت بالخیر ہو کہ ''انما اعمال بالنیات'' (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے)۔

صوفیائے کرام نے طالب پر اس حالت کے ورود کے وقت اس کی تعظیم و تکریم لازم قرار دی ہے۔ اس لئے کہ دراصل یہ اس تجلی کی تعظیم ہے جو اس طالب پر جلوہ فرما ہے نہ کہ طالب کی ذاتی تعظیم ہے۔

اب اگر اس کیفیت کا ظہور طالب کی جانب سے محض نمائشی اور نیت فریب دہی ہے تب بھی (اس کی تعظیم کرنے میں) کوئی مضائقہ نہیں۔ (کیوں کہ ایسے مواقع پر حاضرین محفل کے لئے قرانی حکم موجود ہے کہ '' وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا (اور جب وہ بے ہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں)

اور اگر وہ وجد و تواجد اصلی و واقعی ہے اور کسی شخص نے اس کی تعظیم نہ کی تو اس شخص کی نسبت سلب ہونے یا نقصانِ عظیم پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے۔

(اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم طریقت میں فلاں بزرگ سے نسبت لئے ہوئے ہیں اور وجد و تواجد کرنے والوں کی تنقید کرتے ہیں بلکہ بوقت وجد جہاں تعظیم کا حکم ہے وہاں مزاق اڑاتے ہیں (العیاذ با اللہ)۔ ہاں اگر اس کے علاوہ شریعت میں خلاف کرتے ہیں تو تنبیہ کریں اور سالکین پر بھی لازم ہے کہ شریعت کی بات سن کر سر تسلیم خم کریں کیوں کہ سالک پر شریعت کی پابندی لازم ہے)

مزید شیخ احمد نوری الملقب بہ میاں صاحب فرماتے ہیں

بہر حال تعظیم واجب ہے وجد اصلی ہو خواہ نہ ہو۔ اس لئے کہ دلوں کے عیوب پر علام الغیوب کے بجز کسی اور کو واقفیت نہیں اور اپنے گمان پر لگ کر اسے محض نمائش قرار دینا (جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کی عادت ہے) ہرگز اچھا نہیں کہ یہ بدگمانی ہے اور بدگمانی شرعاً حرام اور طریقت میں تو حرام تر (ایسے مواقع پر مسلمانوں پر نیک گمان اور) ظنوا بالمؤمنین خیراً پر کاربند رہنا چاہئے۔

اس کے بعد اب میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲،۲۳، ۲۴، میں جو وجد کے متعلق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تحقیق کی ہے اور اس سے کچھ نقل کرتا ہوں تا کہ سادہ لوح مسلمان سالکین کے وجد کو دیکھ کر انکار کرنے اور بدگمانی کے حرام گناہ سے بچ جائیں: یاد رہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے پہلے جاہل صوفیاء کو جھنجوڑا ہے تا کہ وہ خلاف شریعت کوئی کام نہ کریں اور وجد کے دھوکے میں آ کر شریعت سے روگردانی کرنے لگیں بلکہ ان لوگوں کو وجد کرتے دیکھو تو دھوکہ نہ کھاؤ کیوں کہ بغیر شریعت کے یہ مقام نہیں نصیب ہو سکتا! ہاں اگر وہ صاحبِ وجد صوفیاء شریعت کے پابند ہیں اور پھر دوران ذکر و وعظ ان کو وجد آئے تو اب دیکھنے والے پر بدگمانی حرام ہے بلکہ صاحب نسب پر واجب ہے کہ اسکی تعظیم کرے وگرنہ نسبت کے سلب ہو جانے کا خوف ہے۔ (پر اس پر غور کر) (یہ مختصر مفہوم بیان کا ہے)

(فتویٰ رضویہ جلد ۲۳، ص: ۴۵۷، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ)

خبیث گمان خبیث دل سے نکلتا ہے

فتویٰ رضویہ جلد ۲۳

مسئلہ: محفلوں میں لوگوں کو وجد ہوتا ہے اور اس وجد میں پاگل کی طرح ہاتھ اور پاؤں ہلاتے ہیں یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے اور بعض تو (ذکر اللہ عزوجل میں) سر ہلاتے ہلاتے بیہوش ہو جاتے ہیں یہ کیا عشق ہے یا یہ کیا ہے؟

(سوال کرنے والے نے بڑی تنقیدی نظر سے سوال کیا ہے۔

اور اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے جواب دینے میں بھی کمال کر دیا ہے اور جہلاء اور صوفیاء کے وجد و تواجد میں حکم کا فرق واضح کر دیا ہے۔)

الجواب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

اس کی تین صورتیں ہیں، وجد کہ حقیقۃً دل بے اختیار ہو جائے اس پر تو اعتراض کی کوئی صورت ہی نہیں، دوسری بات کہ اگر وجد نہیں بلکہ تواجد یعنی اپنے اختیار سے وجد کی سی حالت بنانا، یہ حالت اگر لوگوں کو دکھانے کیلئے ہو (یعنی ریا کاری کی نیت ہو) تو حرام ہے اور شرک خفی ہے۔

اور اگر لوگوں کی طرف نظر اصلاً نہ ہو بلکہ اہل اللہ سے تشبہ اور بہ تکلف یعنی جان بوجھ کر اہل اللہ کی طرح اپنے اوپر وجد طاری کرنا (جائز ہے) کیوں کہ امام حجۃ الاسلام غزالی علیہ الرحمہ وغیرہ اکابر (علماء ربانیین) نے فرمایا ہے کہ اچھی نیت سے حالت بناتے بناتے حقیقت مل جاتی اور جانبوجھ کر طاری کرنے والی حالت دفع ہو کر تواجد سے وجد (نصیب) ہو جاتا ہے تو یہ ضرور محمود ہے۔

مگر اس یعنی تواجد کیلئے خلوت مناسب ہے۔ مجمع (عوام) میں ہونا اور ریا سے بچنا بہت دشوار ہے (کیوں کہ عوام اس چیز سے جاہل ہے تو وہ ضرور بدگمانی کر کے گناہ اپنے سر لیں گے) پھر بھی (اگر کوئی سالک تواجد کرتا ہے تو) دیکھنے والوں کو بدگمانی حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰا یھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن اِنَّ بعض الظن اثم۔

یعنی اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم و الظن فان الظن اکذب یعنی گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۶)

جسے بھی وجد میں دیکھو یہی سمجھو کہ اس کی حالت حقیقی ہے (یعنی اسے وجد ہو رہا ہے نہ کہ تواجد) ہاں اگر تم پر ظاہر ہو جائے کہ وہ ہوش میں ہے اور باختیارِ خود ایسی حرکات کر رہا ہے تو اسے صورتِ دوم پر محمول کرو جو کہ محمود ہے یعنی محض اللہ تعالیٰ کیلئے نیکوں سے تشبہ کرتا ہے نہ کہ لوگوں کے دکھاوے کیلئے، ان دونوں صورتوں میں نیت ہی کا تو فرق ہے۔

اور نیت امر باطن ہے جس پر اطلاع اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

لہٰذا دیکھنے والوں میں سے کوئی بھی اس کو اپنی طرف سے بُری نیت قرار دے لینا برے ہی دل کا کام ہے۔

ائمہ دین فرماتے ہیں:

الظن الخبیث انما ینشأ من القلب الخبیث۔ یعنی خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

وجد کو حرام کہنا عجیب ہے

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ایک اور آدمی نے سوال کیا اور وجد میں تالیاں بجانے اور زور سے چلانے اور شور کرنے اور تواجد یعنی اپنے اوپر زبردستی وجد لانے کو ناجائز و حرام کہا اور جواب بھی دریافت کیا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فتویٰ رضویہ جلد نمبر ۲۲، صفحہ نمبر ۵۵۱ میں لکھا ہے وجد کو حرام کہنا عجیب ہے وہ حالت اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا (چند سطروں کے بعد فرمایا)

اگر رقص (وجد) بالاختیار ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر تثنی و تکسر کے ساتھ ہے تو بلاشبہ ناجائز ہے، تکسر لچکا تثنی توڑا یہ رقص فواحش میں ہوتے ہیں اور ان سے تشبہ حرام، اور اگر ان سے تشبہ حرام ہے (یاد رہے یہ مجلس عام یعنی عوام کی محفل کا حکم ہے لیکن اس میں بھی اگر اچھی نیت ہو تو حرج نہیں مگر احتراز بہتر ہے) ہاں اگر جلسہ خاص صالحین و سالکین کا ہو تو پھر یہی مذکورہ حالت تواجد پر محمول ہے (جو کہ محمود اور اچھا عمل ہے) تواجد یعنی اہل وجد کی صورت بننا، اگر معاذ اللہ بطورِ ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہ نہیں کیوں کہ ریا کے لئے تو نماز بھی حرام ہے۔

اور اگر نیت صالحہ ہے تو ہرگز کوئی وجہِ ممناعت نہیں، یہاں نیت صالحہ دو ہو سکتی ہیں، ایک عام یعنی صلحائے کرام سے تشبہ کی نیت سے تواجد کرنا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے شعر کمال کا بیان فرمایا:

ان لم تکونوا مثلھم فتشبھوا ۔ ان لتشبہ با لکرام فلاح

ترجمہ: اگر تم ان کی مثل نہیں ہو۔ تو پھر ان سے مشابہت اختیار کرو کیوں کہ شرفاء اور معزز لوگوں سے تشبہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔

حدیث میں ہے: **ان لم تبکوا فتباکوا**۔ سنن ابن ماجہ ص ۹۶ (مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی)

یعنی رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت بنالو۔ اسی طرح یہ بھی ہے کہ وجد نہ آئے تو وجد کی سی صورت بنالو اسی کو تواجد کہتے ہیں۔

دوسری تواجد کی نیت ہے کہ وجد کو حال کرنے کیلئے معرفت الٰہی عزوجل کا طالب بننے کیلئے وجد کی صورت بنائے تاکہ حقیقی وجد حاصل ہوجائے سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں۔ جلد۲ ص ۵۲۵ (مطبوعہ المکتبہ نوریہ رضویہ)

لاشك ان التواجد وهو تكلف الوجدو اظهاره من غيران يكون لهوجد حقيقة فيه تشبه باهل الوجدالحقيقى وهو جائز بل مطلوب شرعاقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ''تواجد'' بناوٹ اور تکلف سے وجد لانا اور اس وجد حقیقت **فيه تشبه باهل الوجد** اظہار کرنا ہے۔

بغیر اس کے کہ اسے حقیقی طور پر حالتِ وجد ہو، پس اس میں **من تشبه بقوم** جو حقیقتاً اہلِ وجد ہیں ان سے مشابہت ہے بلکہ شرعاً مطلوب ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرلے وہ اُنہی میں سے ہے۔

مزید اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۴ ص ۱۵۶ میں فرماتے ہیں
شرعۃ الاسلام میں نقل ہے۔

ومن السنة ان يقراء القرآن بحزن ووجد فان القرآن نزل بحزن فان لم يكن له حزن فليتحازن والحاصل ان تكلف الكمال منه جملة الكمال والسبه بالاولياء لمن لم يكن منهم امه مطلوب مرغوب فيه على كل حال بالاختصار:

یعنی سنت یہ ہے کہ قرآن مجید غم کے ساتھ وجد سے پڑھے اس لئے کہ قرآن مجید غم کے ساتھ (زوق الٰہی عزوجل) نازل ہوا ہے اور اگر غم کی کیفیت طاری نہ ہو تو غمگین صورت ہی بنالی جائے، مختصر یہ کہ تکلفِ کمال بھی منجملہ کمال ہے یعنی کسی کمال میں بناوٹ اور نمائش اختیار کرنا بھی کمال میں شامل ہے اور جو شخص اولیاء اللہ میں سے نہ ہو اس کا اولیاء اللہ سے مشابہت اختیار کرنا ایسا مطلوب ہے جو بہر حال لائق توجہ ہے، (یہ اختصار سے عبادت مکمل ہوگئی ہے)

بالجملہ وجد صوفیہ کرام طالبین صادق اصلاً محل طعن نہیں اور نیت باطن (اسکی) اچھی ہے یا جھوٹی اس میں تمیز کرنا ہمارے لیے مشکل ہے اور براظن حرام اور باطل ہے۔

(یہ بات اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ فسادی اور مخلص دونوں کو جانتا ہے۔

آخر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کشف القناع عن اصول السماع سے دو شعر لکھے ہیں۔

مافی التواجد عن حقیقت من حرج

ولا السمایل ان اخلصت من باس

فقمت تسعی علیٰ رجل وحق لمن

دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس

یعنی: اگر تواجد سچا اور حقیقی ہو تو کوئی حرج نہیں اور اضطراب (لڑکھڑانا) میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو پھر تو پاؤں پر کھڑا رہ کر دوڑ لگا تا رہ، اور اس کیلئے حق ہے جس کو اس کا مولا بلائے تو وہ اپنے سر کے بل دوڑتا ہوا جائے۔

(واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم)

صوفی کا مقصد بہت اعلیٰ ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِ نْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ٥

ترجمہ: اور میں نے جن اور انسان اپنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں

صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں کہ حضرت الشیخ نجم الدین دایہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاویلات میں لکھا ہے کہ وہ خلقت الجن الخ میں نے انس و جن کو اسی لیے پیدا فرمایا تا کہ وہ میری عبادت کریں کیونکہ میری معرفت کا موتی صوف عبودیت میں امانت رکھا ہوا ہے اور میری معرفت دو قسم کی ہے۔

ا۔ معرفت صفت جمال   ۲۔ معرفت صفت جلال

(اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ اصلی مقصد معرفت الٰہی عز وجل کو حاصل کرنا ہے)

حکایت بشر حاضی اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ

حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ علیہ رات کے وقت حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں روزانہ تشریف لے جاتے اس لئے آپ کو ان سے عقیدت تھی۔ شاگردوں نے کہا کہ آپ امام وقت ہیں فقہ وحدیث بلکہ جملہ علوم اور اجتہاد میں آپ کی مثال نہیں تو پھر آپ ایسے پریشان محال درویش (جو ہر وقت ننگے پاؤں چلتا رہتا ہے) کے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں یہ آپ کی شان کے خلاف ہے (آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو جو علوم تم نے گن سنائے ہیں واقعی میں ان سے بہتر جانتا ہوں لیکن وہ یادِ خدا میں وقت بسر کرنے میں مجھ سے بہتر ہے۔

سبق: صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔

انسان پر لازم ہیکہ وہ باطل سے دور رہے اور حق کا دامن مضبوط تھامے یعنی معرفت الٰہی عز وجل کے حصول میں کوشش کرے۔

منکرین اولیاء کی تردید:

علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں بہت بد بخت منکرین ''اولیاء اللہ'' کی صحبت سے نہ صرف دور رہتے ہیں بلکہ ہر وقت ان کے گلہ شکوہ اور ان کی غیبت میں لگے رہتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی دشمنی خرید رہے ہیں حالانکہ انہیں اولیاء کرام کی صحبت اور ان کی مجلس سے فوائد حاصل کرنا لازم ہے (روح البیان پارہ ۲۵ ص ۳۰۹)

نوٹ:

اس سے کوئی ہرگز یہ نہ سمجھے کر اہل ذکر کو علم کی ضرورت نہیں [illegible] علم اہل ذکر

کے پاس آتے ہیں کیونکہ معرفت الٰہی عزوجل کے حصول کیلئے پہلے علم کا حصول شرط ہے اور یہ کوئی خفیہ بات تو ہے نہیں بلکہ یہ سالکین کے ننے منے بچے بھی جانتے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو۔

بہلول دانا کو چھوٹے بچے کی نصیحت

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ کے چوک پر بچوں کو اخروٹ اور بادام وغیرہا سے کھیلتے دیکھا ان میں سے ایک بچہ علیحدہ ہو کر ان کو دیکھ کر رو رہا تھا میں نے سمجھا کہ شاید وہ لڑکا خالی ہاتھ اور غریب زادہ ہے اسی لئے بطور حسرت رو رہا ہو گا میں نے جا کر پوچھا بچے تو کیوں روتا ہے کیا تمہارے پاس اخروٹ و بادام نہیں ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو میں تیرے لئے اخروٹ و بادام وغیرہما خرید کر لاؤں تا کہ تم بھی ان بچوں کے ساتھ کھیل سکوں۔ بچے نے میری طرف تیز نگاہ دوڑائی اور فرمایا اے بے عقل کیا ہم کھیل کود کیلئے پیدا کئے گئے ہیں میں نے پوچھا تو پھر کس لئے پیدا کئے گئے ہیں اس نے کہا علم و عبادت کیلئے میں نے پوچھا تم نے کیسے معلوم کر لیا ہے۔ اس بچے نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کے قران مجید کے ارشاد گرامی:

افحسبتم انما خلقنا کم عبثا و انکم الینا لا ترجعون۔ سے سمجھا ہے۔ ترجمہ: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔ (روح البیان اردو ترجمہ، ص:۲۸۱، پارہ ۲۵)

دیکھیں اس بچے نے پیدائش کے دو مقصد بتائے تو پہلے علم کا ذکر کیا کیوں

کہ بغیر علم کے عبادت میں کمال ناممکن ہے۔

حکایت ننھا عارف:

علامہ اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت فتح موصلی رحمتہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں نے جنگل میں ایک نوجوان کو دیکھا جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا وہ چلتے چلتے لب ہلا رہا تھا میں نے اسے السلام علیکم کہا تو اس نے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا عزیز کہاں کا ارادہ ہے کہا بیت الحرم کی زیارت کو جا رہا ہوں میں نے کہا آپ لب کیوں ہلا رہے ہیں فرمایا قرآن پڑھ رہا ہوں۔ میں نے کہا ابھی تو آپ غیر مکلّف (نابالغ) ہیں (تو بیت اللہ کو جانا کیسا) فرمایا میں نے بہت سے اپنے سے چھوٹے سن والوں کو موت کا لقمہ ہوتے دیکھا ہے اِس کے خوف سے رہا ہوں کہ کہیں میں بھی اس کا لقمہ ہو گیا تو بیت اللہ کی زیارت سے محروم رہ جاؤں گا۔ میں نے بچے کو کہا آپ تو بہت چھوٹے ہیں اور سفر بہت لمبا ہے کیسے پہنچو گے فرمایا چلنا میرا کام پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ میں نے کہا زادِ راہ بھی ہے یا نہیں اور سواری کہاں؟ جواب دیا کہ زادِ راہ میرا یقین اور سواری میرے اپنے پاؤں ہیں

سدرہ توفیق بود گرد علائق
خواہی بمنزل برسی راحلہ بگذار

ترجمہ: علائق کی گرد توفیق کی سدرہ ہے اگر منزل تک پہنچنا ہے تو سواری چھوڑ دے) پھر میں نے پوچھا کھانے کیلئے روٹی اور پینے کا پانی کہاں ہے۔ بچے نے جواب دیا چچا بھلا بتاؤ کوئی آپ کو دعوت دے تو کیا آپ بلانے والے پر بھروسہ نہیں

کریں گے کیا کھانے پینے کی چیزیں گھر سے لے جائیں گے میں نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر میرے آقا نے جب اپنے بندوں کو اپنے گھر بلایا ہے اور زیارت کی عام اجازت فرمائی ہے تو پھر کتنی کمزوری کا کام ہوگا کہ ہم آقا کے پاس جاتے ہوئے زادِراہ لے چلیں مجھے تو اسی لئے زادِراہ ساتھ لانے سے شرم آتی ہے اور مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ میرا آقا مجھے ضائع نہ فرمائے گا یہ کہہ کر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا پھر جب میں مکہ میں پہنچا تو میں نے اسے مکہ معظمہ میں دیکھا۔ تو اس بچے نے مجھے دیکھ کر کہا۔ بابا اب یقین ہوا ہے یا نہیں۔

حدیث شریف سے مقصد کی طرف رہنمائی

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مقصد صرف آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے جملہ امور کا کفیل ہوگا اور اس کے دل میں استغناء پیدا فرمادے گا اور دنیا اس کے ہاں ذلیل ہو کر حاضر ہوگی۔ اسکی مثال موجودہ دور میں میرے شیخ طریقت حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامتِ برکاتہم العالیہ ہیں۔

اور جس کا مطمع نظر صرف دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے جملہ امور منتشر فرمادے گا اور فقر و فاقہ ہر وقت اس کی آنکھوں میں پھرتا رہے گا۔

فائدہ: امام راغب نے کہا انسان دنیا میں کسان کی طرح ہے اور اعمال اس کی کھیتی اور دنیا اس کھیت ہے موت کھیتی کے کاٹنے کا وقت ہے اور آخرت میں اس کا اناج ستھرا کر کے اس کے پیش ہوگا۔ اس پر انسان خود سونچ لے کہ وہ دنیا میں کیا بو رہا ہے اور مرنے کے بعد اسے اپنے کھیت سے کیا حاصل ہوگا۔ (اس کو اس حکایت سے سمجھئے)

حکایت:

منقول ہے کہ بلخ کے کسی ایک شخص نے اپنے نوکر کو گندم بونے کا فرمایا لیکن اس نے جو بودیئے جب کھیتی کاٹی گئی تو جو ہی تو حاصل ہونے تھے اس پر اس شخص نے نوکر کو بلا کر فرمایا میں نے تجھے جو بونے کا کہا تھا یا گندم کا۔ اس نے کہا (اے میرے آقا آپ نے تو گندم کا کہا تھا مگر) میں نے جو بودیئے اس امید پر کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کو گندم میں تبدیل کر دے اور) اس سے گندم پیدا ہوگی۔ اس شخص نے فرمایا او پاگل! کبھی جو بونے سے گندم بھی حاصل ہوئی ہے۔ اس غلام (نوکر) نے کہا آقا! اگر جو بونے سے گندم نہیں پیدا ہوئی تو گناہ کرنے سے بھی جناب کو بہشت نصیب نہیں ہوگی۔ ادھر آپ رات دن گناہوں میں غرق رہیں پھر رحمتِ باری کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں۔

شب و روز آپ گناہوں میں مست رہتے ہیں۔ نیکی کا کام نہیں لیتے تو کل پھر آپ کو یہی ملے گا جو آج کر رہے ہیں۔ (روح البیان پارہ نمبر ۲۵)

یہی صوفی کی فکر ہے کہ ہر مسلمان چاہے عالم ہے یا تاجر یا عابد، اس کا ہر عمل آخرت کیلئے ہے تو یہ اس کے معرفت الٰہی عز وجل کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ معرفت الٰہی کے (یعنی ولایت کے) حصول کا ذریعہ و شرائط ہیں ورگرنہ ہر بات فضل الٰہی عز وجل پر منحصر ہے اسی لئے سالکین کو اس خاص فیض کے حصول کے لئے کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہیئے اس کو صاحب روح البیان اس طرح سمجھا رہے ہیں سپارہ ۲۵ سورہ واقعہ میں اَفَرَءَیْتُم (بھلا بتاؤ) الماء الذین تشربون (وہ پانی جو تم پیتے ہو) میٹھا ستھرا پانی۔

تفسیر صوفیانہ:

آیت میں معرفت و علم الٰہی کے پانی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ کسب اور جد و جہد سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ محض عطائے الٰہی عز و جل و عنایت ربانی سے نصیب ہوتا ہے اس کو آپ اس مثال سے سمجھیں۔

تصوف کی فضیلت:

ایک آدمی (مثلاً) کنواں کھودتا ہے مشقت کے باوجود پانی تک بھی پہنچنا نصیب ہوا یا نہیں اگر پانی تک پہنچا تو نا معلوم وہ پانی کڑوا ہو تو بھی محنت بیکار اگر میٹھا پانی نکلے تو کام آئے گا لیکن غور فرمائیے کہ اسے یہ میٹھا پانی کتنا محنت مشقت کے بعد نصیب ہوا لیکن بارش کا پانی مفت ملتا ہے اور بغیر محنت و مشقت کے یہی حال علمائے ظواہر و علمائے حقیقت کا ہے اس لئے انبیاء عظام و اولیاء کرام کا علم الہام من اللہ ہے اور وحی الٰہی و الہام میں خطا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ صوفیہ کرام کے علم تمام تر مبنی بر صواب ہے کیونکہ ان کا علم تذکری ہے انہیں تربیت مقدمات کی ضرورت نہیں۔ بخلاف رسمی علماء (ظاہری علم کے علم باطن سے لاتعلق) کے کہ ان کا علم تفکری ہے وہ فکر کا محتاج ہے۔

سبق:

طالب الفیض پر لازم ہے کہ وہ واردات سے پہلے اس کے محل کو تیار کر لے کیا دیکھتے نہیں ہو کہ کسان بیج ڈالنے سے پہلے زمین کو کیسے تیار کرتا ہے اور تیار کر کے چھوڑ دیتا ہے نہ معلوم کب بارش ہو جب ہو گی تو اس کے کھیت کو فائدہ پہنچے گا۔